ماہنامہ
# دختران اسلام
لاہور
اپریل 2013ء

## ام المومنین حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے حالاتِ زندگی

## شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تفسیری تفردات و امتیازات

## آغوشِ مادرِ صالح سلوک و تصوف کی پہلی درسگاہ

## اسلامی تعلیمات اور راہِ اعتدال

## ﴿فرمان الٰہی﴾

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ج فَاِذَآ اَمِنْتُمْ قف فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ط تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. (البقرہ:۱۹۶)

اور حج اور عمرہ (کے مناسک) اللہ کے لیے مکمل کرو، پھر اگر تم (راستے میں) روک لیے جاؤ تو جو قربانی بھی میسر آئے (کرنے کے لیے بھیج دو) اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک قربانی (کا جانور) اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (اس وجہ سے قبل از وقت سر منڈوا لے) تو (اس کے) بدلے میں روزے (رکھے) یا صدقہ (دے) یا قربانی (کرے) پھر جب تم اطمینان کی حالت میں ہو تو جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا فائدہ اٹھائے تو جو بھی قربانی میّسر آئے (کردے)، پھر جسے یہ بھی میّسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے (زمانۂ) حج میں رکھے اور سات جب تم حج سے واپس لوٹو، یہ پورے دس (روزے) ہوئے، یہ (رعایت) اس کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں (یعنی جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو)، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے“۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

## ﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

**عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ رضی الله عنه يَقُوْلُ: ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ، فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهِ، ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ، فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ، لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ.**

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری خالہ جان مجھے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے جا کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! میرا بھانجا بیمار ہے۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دستِ اقدس پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر وضو فرمایا تو میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا پھر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت کی زیارت کی جو کبوتر (یا اس کی مثل کسی پرندے) کے انڈے جیسی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کی مثال بارش کی مانند ہے معلوم نہیں اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر۔“

(ماخوذ از المنہاج السّوی من الحدیث النبوی ﷺ ص ۳۳۸، ۷۳۰)

# حمد باری تعالیٰ

خورشید صبحِ دم نکلتا ہوا نظر آیا
ہر سمت تِرے حسن کا جلوہ نظر آیا

گلشن میں، بیاباں میں، سمندر میں، فضا میں
تیری ہی ثناء، تیرا ہی چرچا نظر آیا

ساحل سے بہت دور جو آواز دی تجھ کو
بھٹکی ہوئی کشتی کو کنارا نظر آیا

ہے وقت بھی تو، وقت کی رفتار بھی تو ہے
تیرا ہی زمانے میں اجارہ نظر آیا

بخشش کا مِرے دل کو یقیں ہوگیا اظہؔر
جب تیرے کرم کا مجھے دریا نظر آیا

(محمد کمال)

# نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منصبِ خضرؑ پہ ہوتا ہے وہ رہرو فائز
اپنی منزل جو ترا نقشِ کفِ پا سمجھے

کوئی ذی رتبہ ہی سرکارؐ کا رتبہ جانے
کوئی ذی شان ہی شانِ شہہِ بطحا سمجھے

آپؐ بالیں پہ جو آئے ہیں تو جان آئی ہے
کیسے ناداں ہے اطبا کہ سنبھالا سمجھے

انؐ کی دہلیز پہ جھکنے کو عبادت جانا
انؐ کی دہلیز کے پتھر کو مصلیٰ سمجھے

میرا دامن ہے کہ اک اشک ندامت بھی نہیں
تیری رحمت ہے کہ قطرے کو بھی دریا سمجھے

پھر قصیدہ کوئی سرکارؐ کا لکھے تابشؔ
پہلے مفہوم تو لولاک لما کا سمجھے

(تابشؔ صمدانی)

# 23 مارچ۔۔۔تجدید عہد کا دن

23 مارچ 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس میں قائداعظم کی زیرِ صدارت بنگال کے وزیرِ اعلیٰ مولوی اے۔کے فضل الحق نے دوقومی نظریے کی بنیاد پر تقسیم ہند کی قرار داد پیش کی جو ''قرار داد پاکستان'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس قرار داد میں فیصلہ ہوا کہ

''کوئی بھی آئینی منصوبہ ملک اور مسلمانوں کے لئے اس وقت تک قابل قبول نہ ہوگا جب تک وہ بنیادی اصولوں پر وضع نہ کیا گیا ہو۔ جغرافیائی طور پر باہم متصل اکائیوں کی نئے خطوط کی صورت میں حد بندی کی جائے اور مسلم اکثریت والے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں میں خودمختار اور آزاد مسلم مملکتوں کا قیام عمل میں لایا جائے''۔

لاہور کے اقبال پارک میں مسلمانوں کے تاریخی اجتماع میں اس قرار داد کے منظور ہوتے ہی برصغیر کے مسلمانوں کی منزل کا تعین ہوگیا اور قرار داد کی منظوری کے بعد سات سال کے مختصر عرصہ میں پاکستان ایک اسلامی فلاحی مملکت کے طور پر معرض وجود میں آ گیا۔

23 مارچ 1940ء کا دور تحریک قیام پاکستان کا حتمی اور فیصلہ کن دور تھا جس کے بعد مسلمانوں کو اپنی منزل کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا، لیکن تحریک پاکستان کو چند سالوں تک محدود تحریک کی صورت میں پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ تحریک بارہ صدیوں پر محیط ہے، تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کی جڑیں بہت گہری ہیں اور اس کا آغاز اس وقت ہوگیا تھا جب برصغیر میں مسلمانوں کی آمد ہوئی تھی، مسلمانوں نے یہاں اسلام کا عادلانہ نظام متعارف کروایا، اپنی ثقافت کو فروغ دیا، اعلیٰ اخلاق کا بہترین نمونہ پیش کیا تو بے نور سینے نور ایمان سے جگمگانے لگے، بے جان تہذیبیں اسلامی تہذیب وتمدن کا سامنا نہ کرسکیں اور آہستہ آہستہ ناکامی سے دوچار ہوئیں۔ بالکل ایسے جیسے خشک ریت مٹی سے سرک جایا کرتی ہے اور بالآخر ایک وقت ایسا آیا کہ پورے برصغیر میں اسلام کی شمع روشن ہوگئی۔

1916ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی سعی و کاوش سے لکھنو کے مقام پر مسلم لیگ اور کانگریس کا مشترکہ اجلاس ہوا تھا جس میں دونوں پارٹیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے میثاق لکھنو کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے پہلی بار مسلمانوں کو الگ قوم تسلیم کرتے ہوئے جداگانہ انتخابات کے مطالبے کو تسلیم کرلیا گیا اور مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کرتے ہوئے قرار پایا کہ مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں ایک تہائی نشستیں دی جائیں گی۔ میثاق لکھنو کی بدولت قائداعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا بانی قرار دیا گیا۔

پھر 29 دسمبر 1930ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں ''علامہ اقبال'' نے ایک معرکۃ الآراء خطبہ دیا

تھا، جس میں انہوں نے ایک اسلامی مملکت کے وجود کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس مملکت کا بنیادی فرض اسلامی تہذیب و ثقافت کی نگہبانی ہوگا۔ دوسری طرف کانگریس اسلام اور مسلمان دشمنی پر تلی ہوئی تھی، تمام سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر ''ترنگا'' لہرا دیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ کانگریس ہندوستان کی نمائندہ جماعت ہے، ''بندے ماترم'' کو قومی نغمہ قرار دیا گیا اور مسلمان طلبہ کو یہ ترانے پڑھنے پر مجبور کیا گیا، ''ہندی'' کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا، ''گائے کا ذبیحہ'' ممنوع قرار پایا، لیکن ان تمام اوچھے ہتھکنڈوں کے باوجود مسلمانوں کی لازوال قربانیاں رنگ لائیں اور 27 رمضان المبارک 1366ھ، مطابق 14 اگست 1947ء کو ''پاکستان'' منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد برصغیر میں ہندوؤں نے جو فسادات کئے اور قتل و خونریزی کا جو بازار گرم کیا اس کی مثال نہیں ملتی، پندرہ لاکھ افراد قتل ہوئے، پچاس ہزار خواتین اغوا ہوئیں اور ایک کروڑ سے زائد عوام کو ترک وطن کرنا پڑا جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔

مگر آج جب 23 مارچ کا دن آتا ہے تو ہمارے ملک میں ڈھول کی تھاپ پر رقص ہوتا ہے، میوزک بجا کر وطن سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ رسمی تقریریں کی جاتی ہیں، سیمینار منعقد کئے جاتے ہیں، مقالے پڑھے جاتے ہیں اور بس۔۔۔ کہاں سے لائیں وہ درد میں ڈوبے ہوئے الفاظ جو قوم کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگادیں۔ کس سے مستعار مانگیں وہ زورِ قلم جو دل و دماغ کے بند کواڑ کھول کر رکھ دے! اس قوم میں اس بدیہی حقیقت کو کیسے جاگزیں کیا جائے کہ کیا درس دیا تھا ہمیں پندرہ لاکھ انسانی لاشوں نے؟ کیا صرف اسی لئے ہماری بہنوں کی عزت و ناموس پامال ہوئی تھی؟

؎ کیا اسی لئے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
جب بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگادے

نہیں! ہرگز نہیں! 23 مارچ تجدیدِ عہد کا دن ہے اور یہ دن ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کا درس دیتا ہے، منافقوں کو اپنی صفوں سے نکال باہر کرنے کا پیغام دیتا ہے، تاریخ کا سبق یاد رکھنے کا آوازہ لگاتا ہے، دشمن کے سامنے سر اٹھا کر بات کرنے کا جذبہ عطا کرتا ہے، ارضِ وطن میں خون کی ہولی بند ہونے کی دہائی دیتا ہے، ملکی اور ملی مفادات کے لئے ذاتی مفادات کو کچلنے کا اشارہ کرتا ہے، غیرت و حمیت کا فلسفہ سکھاتا ہے، اسلامی نظام نافذ کر کے بانی پاکستان کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی صدائیں بلند کرتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کو اپنانے اور ان میں دنیوی و اخروی کامیابی کی نوید سناتا ہے، الفاظ کی شطرنج بچھانے کی بجائے عمل کی تاکید کرتا ہے، ''ساٹھ سال'' تک ہم اس پیغام کو بھولے رہے، اسے اہمیت نہیں دی، لیکن کیا تاریخ کے اس نازک موڑ پر بھی ہم اس پیغام پر کان نہیں دھریں گے؟ اسی شعور کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری عوامی انقلاب مارچ اور جلسہ ہائے عام کے ذریعے اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ نہ جانے ہمارے اندر یہ قرآنی شعور کب بیدار ہوگا؟ بقول اقبالؒ

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو آپ خیال جسے اپنی حالت کے بدلنے کا

# اسلامی معاشرہ کی ترقی میں خواتین کا کردار

## شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: صاحبزادہ محمد حسین آزاد — معاونت: نازیہ عبدالستار — آخری قسط

عورت کو بیٹی کے روپ میں دیکھیں تو تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ جب آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ اپنے ابا جان سے ملنے کے لئے آتی ہیں تو کائنات کے تاجدار اپنی بیٹی کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، اپنی چادر بچھادیتے ہیں اور شفقت سے ان کا سر چوم لیتے ہیں۔
(نسائی، السنن الکبریٰ، ج۵،ص۳۹۱، رقم:۹۲۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل اپنی نجی زندگی میں اپنی بیٹی کے ساتھ پیار کا مظاہرہ ہی نہیں بلکہ امت کے ہر فرد کی بیٹی کے ساتھ حسن سلوک کا درس دے رہا ہے کہ یہ بیٹی کا حق ہے جو والد نے ادا کرنا ہے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے دو بیٹیوں کو پالا، ان کی پرورش کی ان کو نیک اور صالح کیا اور زندگی میں معزز مقام تک پہنچادیا میں اس کو جنت کی ضمانت عطا کرتا ہوں‘‘۔ (صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، ج۲،ص۵۱۴، رقم:۱۳۵۲)

یہ تو بطور بیٹی کے عورت کا مقام ہے۔ اسی طرح بہن کا مقام ہے، بہن بھی بیٹی کی طرح ہوتی ہے، بہن کے وہ تمام تر حقوق ہیں جو اسلام بیٹی کو دیتا ہے۔ اس میں دلیل اور سند آیات میراث ہیں۔ وراثت میں جو حق ایک بیٹی یا دو بیٹیوں کا بنتا ہے جب بیٹیاں موجود نہ ہوں تو وہی حق بہنوں کا بنتا ہے۔ اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ بہن بیٹی ہی کے قائم مقام ہوتی ہے۔ پھر عورت کو بیوی کے روپ میں دیکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اسلام نے انتظاماً و انصراماً مرد کا درجہ عورت پر بلند عطا کیا۔ جیسے قرآن کا ارشاد ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ. (البقرہ، ۲:۲۲۸) ’’مردوں کو ان پر فضیلت ہے‘‘۔

اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ عورت مردوں کے مقابلہ میں نیچ اور گھٹیا مخلوق ہے۔ یہ تصور اسلام کا نہیں ہوسکتا ’’**للرجال علیھن درجۃ**‘‘ کا معنی یہ ہے کہ جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح کے حقوق عورتوں کے لئے بھی ان کے حسب حال انہیں حاصل ہیں۔ مردوں کے جو فرائض ہیں اسی طرح کے فرائض عورتوں پر ان کے حسب

حال ہیں۔ رہ گیا ان کا موازنہ تو اللہ تعالیٰ نے ایک گنا مردوں کو فضیلت دی ہے اور فضیلت دینے کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی تمام تر کفالت اور ضروریات کا انتظام مردوں کے سپرد ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا: ”الرجال قومون علی النساء“ گویا یہ عورت کو سہولت دی ہے۔ اس آیت مبارکہ نے عورت کو کمانے سے نہیں روکا۔ عورت کو معاشرتی زندگی میں اقتصاد سے نہیں روکا۔ معاشی وسائل پیدا کرنے سے نہیں روکا۔ اپنی عصمت وعفت کی حدود اور اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آزادی دی ہے لیکن ذمہ داری مرد کے سر پر ٹھہرائی ہے اور مردوں کو انتظاماً ایک درجہ بلند کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ کفیل ہیں کفیل کا حق ہے کہ اسے انتظامی برتری حاصل ہو لیکن رہ گئے حقوق وفرائض تو اس میں دونوں برابر ہیں۔

لہذا جس طرح مردوں کو ان کے حقوق انہیں حسب حال درجہ عطا کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق ان کے حسب حال ان کو بلند درجہ عطا کرتے ہیں۔ عورت کو ہم انفرادی حیثیت میں خواہ عائلی زندگی کے اعتبار سے یا تعلیمی، معاشرتی، سماجی، قانونی، آئینی اور دستوری اعتبار سے دیکھیں، جن جن اعتبارات سے دیکھیں تو اسلامی معاشرے کے اندر عورت ایک بھرپور کردار ادا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسلام عورت کو عضو معطل بنا کر ایک جگہ نہیں رکھ دینا چاہتا بلکہ عورت کو پورے معاشرے کی تشکیل کی ذمہ داری دیتا ہے۔ عورت اپنی ذات کے اندر پوری انجمن اور مکتب و مدرسہ ہے کیونکہ معاشرے کا ہر مرد اس کی گود میں پل کر نکلتا ہے۔ خواہ وہ حاکم ہے یا محکوم، امام حسن مجتبیٰؑ ہیں یا امام حسین عالی مقامؑ۔ وہ غوث الوریٰؒ ہیں یا خواجہ اجمیرؒ وہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ہیں یا داتا علی ہجویریؒ یا کوئی اور بلند مرتبہ کامل ہستی ہیں۔ وہ اس عورت کی گود سے ہی پل کر نکلتا ہے۔ اگر اس عورت کی گود کو تقدس نہیں دیا جائے گا تو اس عورت کی گود سے پل کر نکلنے والا کبھی مقدس نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید نے عورت کو زوجہ کہا۔ مرد کو زوج کہا اور زوج کا مطلب ہے جوڑ اور جوڑ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک دونوں میں یکسانیت نہ ہو۔ یعنی ایک ریڑھا یا ٹانگہ اس کے دو پہیے ہیں وہ جوڑ ہے ایک بڑا ہو اور ایک چھوٹا ہو کیا ریڑھا اور تانگہ چل سکتا ہے؟ نہیں اس کی رفتار اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک دونوں اپنے اپنے حسب حال یکساں نہ ہوں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا.. (النساء:٦:١)

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا“۔

عورت کو جوڑ کہنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب تک دونوں کو اپنی اپنی حیثیت کے حسب حال یکساں ذمہ داری نہ سونپی جائے اس وقت تک عورت کا معاشرتی کردار ادا نہیں ہوسکتا۔ اس طرح بیوی کو دیکھتے ہیں تو اسلام نے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کو مرد پر فرض قرار دیا ہے۔ فرمایا:

خیرکم خیرکم لاھلہ. (جامع ترمذی، ابواب المناقب، ج۵، ص ۷۰۹، رقم: ۳۸۹۵)

''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بہتر ہے (میں تم میں سب سے زیادہ اپنی ازواج اور اپنے بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں)''۔

حضور ﷺ کا اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت حفصہؓ سے پوچھیں وہ کہتی ہیں کہ مثالی کردار جو آقائے دو جہاں ﷺ نے ادا کیا وہ دنیا کا کوئی فرد نہیں ادا کرسکتا۔ یعنی عدل بین الازواج رکھا۔ حدیث مبارکہ ہے:

**ان النبی ﷺ اراده سفرا كان اقرع بين النساء. (صحيح بخاری، کتاب الهبة وفضيلها، ج ۲، ص ۹۱۶، رقم: ۲۴۵۳)**

''نبی اکرم ﷺ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے''۔

یہ عورتوں کے ساتھ عدل کا تصور ہے۔ آقائے دو جہاں ﷺ اپنے گھروں کے اوقات کو بانٹتے، ایک ایک لمحہ ایک ایک دن ایک ایک رات ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم کرکے گزارتے۔

**كان يقسم بين ازواجه. (جامع ترمذی، ابواب النكاح، ج ۳، ص ۴۴۶، رقم: ۱۱۴۰)**

''آپ ﷺ وقت کو ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم کرتے تھے''۔

حتی کہ حضور ﷺ کی وفات قریب آگئی تو چلنا پھرنا اور منتقل ہونا ممکن نہ رہا۔ اس وقت بھی پوچھنے لگے کہ کل ہماری رات کہاں بسر ہوگی؟ اس حالت میں بھی متفکر تھے کہ میرے اوقات کی ترتیب میں بے عدلی نہ ہوجائے تو ازواج مطہرات نے مل کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کو اپنا حق دے دیا۔ یہ ایثار اور حسن سلوک کی بات ہے۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کے ساتھ اپنی ازواج کے گھروں کے کام کاج میں شرکت کرتے اور ان کی معاونت فرماتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہر روز عصر کے بعد ہمارے مابین حضور ﷺ تشریف رکھتے، ہمارے ساتھ مزاح کی بات بھی کرتے، ہماری دل جوئی بھی کرتے۔ یہ ازواج کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ یہ قرب اور مصاحبت کا موقع دیا جارہا ہے۔

جب بطور ماں عورت کو دیکھیں تو آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

**الجنة تحت اقدام الامهات. (ديلمی، مسند الفردوس، ج ۲، ص ۱۱۶، رقم ۲۶۱۱)**

''لوگو! جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے''۔

اس حدیث پاک میں دو نکتے قابل توجہ ہیں جو میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا یہ کہ یہ آیت بتارہی ہے کہ ہر مرد کی جنت کسی نہ کسی عورت کے قدم کے نیچے ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی عورت کا مقام کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ نے ہر مرد کی جنت کو کسی نہ کسی عورت کے قدموں سے منسلک کردیا ہے۔ وہ عورت کون ہے وہ اس مرد کی

ماں ہے۔ مطلقاً فرمایا تمہاری جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

گویا بطور ماں کے عورت کی یہ قدر و منزلت ہے۔ ایک صحابی پوچھتے ہیں یارسول اللہ ﷺ اللہ اور رسول ﷺ کے بعد ہم پر کس کا حق ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں کا۔ اس نے پوچھا حضور ماں کے بعد کس کا حق ہے؟ فرمایا: ماں کا۔ پوچھا: اس کے بعد کس کا حق ہے؟ پھر فرمایا: ماں کا۔ پھر کس کا؟ فرمایا تیرے باپ کا۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، ج۵،ص۲۲۲۷، رقم: ۵۶۲۶)

اللہ اور رسول کے بعد تین گنا ماں کا حق قرار دیا۔ چوتھا حق باپ کا قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر معاشرے میں کسی عورت کے تقدس کا معیار کیا ہوسکتا ہے۔ مغربی فکر پر اپنے آپ کو اذیت میں مبتلا کرنے والی عورت جو آج اپنی ترقی کا راز مغربیت میں تصور کرتی ہے۔ میں ان محترم ماؤں بہنوں سے کہتا ہوں کہ مغرب کی ساری سوسائٹی میں عورت کے تقدس اور عظمت کا کوئی تصور نہیں۔ عورت اس عظمت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی جو اسلام نے عورت کو عطا کی ہے۔ وہ تو عورت کے حق کے طور پر اولاد کی جنت ماں کے قدموں کے نیچے قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ایک کا حق دوسرے کا فرض ہوا اور ایک کا فرض دوسرے کا حق ہوا۔ یہاں عورت کا حق تو آپ سمجھ گئے کہ بطور ماں کے اولاد کا حق ہے کہ وہ اس کی تعظیم بجالائے تاکہ جنت کمائے لیکن کوئی فرض بھی بنتا ہے ماں کا وہ اس حدیث میں ہے۔ اگر اس حدیث کا خطاب مردوں سے ہو تو انہیں یہ بتایا جارہا ہے تمہاری جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اگر اس حدیث کا خطاب ماں سے ہو تو پھر ماں کو جھنجھوڑا جارہا ہے اور اسے خواب غفلت سے بیدار کیا جارہا ہے کہ تمہاری اولاد کی جنت تمہارے قدموں کے نیچے ہے۔ ان کی ایسی پرورش کرو کہ جنت تک پہنچادو یا ایسی پرورش کرو کہ دوزخ تک پہنچادو۔

اس حدیث کا دوسرا رخ کبھی بے نقاب نہیں کیا گیا اور نہ ہی بیان کیا گیا۔ اگر اولاد بدتمیزی کرے تو مائیں انہیں یہ تو سناتی ہیں کہ تمہاری جنت میرے قدموں کے نیچے ہے۔ کاش آج کی ماں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا شروع کردے کہ اللہ کے رسول نے اولاد کی جنت ماں تیرے قدم کے نیچے رکھی ہے گویا تجھے ذمہ داری دی جارہی ہے کہ اے ماں اگر تیری اولاد دوزخ میں جاتی ہے تو ذمہ دار تو ہے کہ اس کی جنت تو تیرے قدم کے نیچے تھی۔ اس کے باوجود کیوں دوزخ کے لائق بن گئی۔ ماں کی گود کی تربیت کی اہمیت بتائی جارہی ہے وہ مائیں جو بچپن سے اپنی اولاد کی تربیت کرتی ہیں تو پھر جنت ان کے دروازوں پر چلی آتی ہے۔ ایسی ماں ہو تو پھر کیسے بیٹے جنم لیتے ہیں۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ وہ اپنی والدہ کے بطن میں تھے۔ (ان کے سوانح نگاروں نے یہ واقعہ لکھا ہے۔) ان کی والدہ محترمہ بہت عابدہ زاہدہ متقی خاتون تھیں۔ انہوں نے بغیر اجازت کسی کا مال نہ کھایا تھا۔ ان کی ماں کے پیٹ میں حاجت ہوئی باہر تشریف لے گئیں وہاں بیر کا درخت تھا جس کے دو

چار دانے گرے ہوئے تھے۔ مالک کا تو پتہ نہیں تھا کون ہے؟ ان کو طلب ہوئی اور وہ بیر کے دانے اٹھا کر کھانے لگیں۔ ابھی ان کا ہاتھ منہ کے قریب نہ پہنچا تھا کہ پیٹ میں جو بچہ تھا اس نے تیزی سے حرکت کی اور وہ اتنی تکلیف میں مبتلا ہوگئیں کہ بیر کے دانے گر گئے اور کھا نہ سکیں پھر وہ بچہ بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے روپ میں پیدا ہوا۔ جب پیدا ہوگئے ابھی بچپن میں تھے نو عمر تھے، نو دس سال کے بچے تھے۔ ایک روز ماں انہیں گود میں لے کر کھلا رہی ہے۔ والدہ فرمانے لگیں ''دیکھ جب تو میرے پیٹ میں تھا تو میں نے تیری خاطر کبھی ایک ناجائز دانہ بھی اپنے منہ کے قریب لے جانے کا تصور نہیں کیا تھا۔ میں نے عمر بھر جو خون تجھے مہیا کیا ہے وہ حلال کیا ہے''۔ ایک چھوٹا سا معصوم بچہ (بابا فریدالدین گنج شکر) مسکرا پڑا اور کہنے لگا۔ ''اماں جان! آپ درست فرما رہی ہیں لیکن ایک دن غلطی ہونے لگی تھی جب آپ بیر کے دانے بغیر اس کے مالک کی اجازت کے کھا رہی تھیں''۔

جب مائیں اس قدر احتیاط سے چلتی ہیں اور تقویٰ و طہارت اور پرہیزگاری کو اپناتی ہیں، ہمہ وقت باوضو رہتی ہیں اور قرآن کی تلاوت ہر وقت کرتی ہیں تو بیٹا پیدا ہوتے ہی قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ جب مائیں ایسی ہوں تو بیٹا بابا فرید ہوتا ہے۔ لہٰذا جب اولاد جوان ہوجائے اور ادب و احترام کو ملحوظ نہ رکھے۔ بڑھاپے میں آپ کا خیال نہ کرے تو بوڑھی مائیں شکوہ کرتی نظر آتی ہیں کہ ان کو ہوش تک نہیں کہ ماں کے حق کو پہنچانے، بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اور فلاں کے کہنے لگ کر ہمارے ساتھ گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن اے ماں کاش اس وقت اپنے بیٹے کے کردار پر شکوہ کرنے سے پہلے اس کے بچپن کے وقت اپنے کردار پر نظر ڈالی ہوتی جب اس کو سنوارنا تمہاری ذمہ داری تھی تو تم نے کس حد تک ذمہ داری کو نبھایا۔ کس حد تک قرآن کی تعلیم دی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سکولوں میں اپنے بچے کو تعلیم دلوانے کے لئے تو کوشاں نظر آئی لیکن قرآن کی تعلیم دینے کے لئے پریشان نظر نہ آئی۔ آپ نے کب بتایا کہ ماں باپ کے حقوق کیا ہیں؟ جب پرورش کی ذمہ داری تم پر تھی تو تم نے فرض نہیں نبھایا۔ جب ادب و احترام کی ذمہ داری اولاد پر آئی تو اس نے بھی فرض نہ نبھایا تو معاملہ برابر ہوگیا۔ اس لئے سوسائٹی میں ماں کا کردار بڑا اہم ہے۔ ماں، عورت اپنے اعتبار سے تو ایک فرد ہے لیکن وہ پوری سوسائٹی کے کردار کو تشکیل کرتی ہے۔ کیونکہ سوسائٹی کا ہر فرد اس کی گود سے پرورش پا کر آتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ماں کے کردار کی بالواسطہ سوسائٹی کے سارے مردوں میں جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی دینی تعلیم اور عصری تعلیم پر بھی ضروری توجہ دی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا:

**طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة.** (سنن ابن ماجہ، المقدمہ، ج۱، ص۸۱، رقم: ۲۲۱)

''علم حاصل کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر''۔

حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو ہی نہیں بلکہ اپنی صحابیات کو بھی تعلیم فرمائی۔ آج بعض لوگ اسلام

کے تصور کو معاذ اللہ فرسودہ بنانے کے لئے اور نئی نسل کو اسلام سے باغی اور متنفر کرنے کے لئے اس امر پر زور دے رہے ہیں کہ عورت کو تعلیم کی حاجت نہیں تا کہ وہ جاہل رہے کیا آپ ایک جاہل فرد سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اپنے فرائض کو ذمہ داری سے نبھائے۔ ایک جاہل اپنے فرض کو ہی نہیں سمجھ سکتا اور اپنی ذمہ داری کو ہی نہیں جان سکتا تو وہ اسے نبھائے گا کیسے؟ حضور ﷺ نے تعلیم و تربیت کے لئے ہفتہ میں ایک دن مستقل طور پر خواتین کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، ج۱،ص۵۰، رقم:۱۰۱)

حضور ﷺ نے خواتین کی وعظ و نصیحت اور تربیت کے لئے ایک دن اس لئے مختص کر رکھا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک اس پر توجہ نہیں دی جائے گی تب تک پوری سوسائٹی کی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عائشہؓ کو حضور ﷺ نے نصف دین کہا۔ فرمایا: ''عائشہؓ نصف دین ہے''۔ کیا آپ آدھا دین بغیر حصول دین کے ہو گئیں۔ تقریباً آٹھ سو کے قریب حضرت عائشہؓ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔ ان سے روایت کیا، بیان کیا، نقل کیا۔ ام المومنین کا علم کے باب میں اس قدر بلند مقام و مرتبہ ہے۔ حضرت عائشہؓ بہت بڑی عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ آپ کی نظر قرآن و حدیث اور دینی علوم پر ہی نہیں تھیں بلکہ شعر و ادب کی ماہرہ بھی تھیں۔ انساب اور تاریخ کی ماہرہ تھیں، حتیٰ کہ میڈیکل سائنس کی ماہرہ تھیں۔ علم طب پر حضرت عائشہؓ کی گہری نظر تھی۔ علوم فنون میں بھی حضرت عائشہؓ کا بلند مقام تھا۔ اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے لئے قرآن کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام فرمایا تھا۔ قرآن نے کہا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (الزمر، ۳۹: ۹)

''کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں''۔

جب قرآن پاک علم کی فضیلت بیان کرتا ہے تو کسی سطح پر عورت کو پیچھے نہیں رہنے دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی عورتیں دینی اور فقہی اعتبار سے اپنا بھرپور کردار ادا کرتیں۔ سیاسی اور سماجی، آئینی اور دستوری زندگی اور دیگر اہم امور میں عورتوں کے مشورے شامل ہوتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ استصواب رائے کروا رہے تھے تو تاریخ کی کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں آپ نے مرد کی طرح عورتوں کو بھی رائے میں شامل رکھا اور مقیم اور مسافر، عالم اور جاہل، مرد اور عورت، بیمار اور صحت مند ہر ایک سے رائے طلب کی۔ عورت ایک اکائی اور معاشرے کی ایک فرد ہے، اسے نظر انداز کر کے کسی بھی اعتبار سے سوسائٹی ترقی نہیں کر سکتی۔ صرف حدود اور کام اپنے اپنے متعین ہیں۔ ترجیحات بھی اپنی اپنی مقرر ہیں ان ترجیحات کو ترک کر یا جائے اور ان حدود کو پھلانگ دیا

جائے تو نظام ہمیشہ باطل ہوجاتا ہے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کا دورِ حکومت ہے آپ عورتوں کے مہر کی حد مقرر کرنا چاہتے تھے کہ چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے تو صحابہ اور صحابیات کے اجتماع میں سے ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے امیر المومنین! جب اللہ نے ہمارے مہر پر حد مقرر نہیں کی تو آپ کو حق کس نے دیا ہے کہ آپ ہمارے مہر پر حد مقرر کریں۔

(عبدالرزاق، المصنف، ج۶،ص۱۸۰، رقم: ۱۰۴۲۰)، (سیوطی الدرالمنثور، ج۲،ص۴۶۶)

اس دور کی عورتوں کا اجتہاد، بصیرت اور علم کے اندر گہرائی کا یہ عالم تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا اے بہن! آپ کے پاس کیا دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ نے حق مہر پر حد مقرر نہیں فرمائی۔ صحابیہ عرض کرنے لگی۔ امیر المومنین! جب اللہ نے کہا:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (النساء، ۴: ۲۰)

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال (واپس) لینا چاہتے ہو؟''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہر کی کوئی حد نہیں جہاں تک بساط ہو دیا جاسکتا ہے۔ عورت کے رائے سن کر سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنی رائے واپس لے لی اور فرمایا: ''مرد نے فیصلہ میں خطاء کی اور عورت صحیح نتیجہ پر پہنچی''۔ یہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی وسعت ظرف اور عظیم حوصلہ ہے۔ کاش ہمارے اندر بھی ایسی وسعت اور حوصلہ پیدا ہوجائے۔ دوسری طرف اس سے پتہ چلا کہ سماجی، معاشرتی، آئینی، دستوری اور سیاسی زندگی نے عورت کو اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے سوسائٹی میں کیسے بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے اکتساب مال میں بھی عورت کو محروم نہیں رکھا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ. (النساء: ۳۲)

''مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا''۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اپنے دور کی مالدار عورت تھیں۔ عرب کے سارے مالداروں کی دولت ایک طرف اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مال تجارت ایک طرف۔ اگر ان کا اکتساب مال اور تجارت کرنا ناجائز ہوتا تو کم از کم ایک عورت کا مال تجارت آقا علیہ السلام خود شام کی منڈیوں تک نہ جاتے۔ آقا علیہ السلام کا تعلق بھی اسی بنیاد پر قائم ہوا۔ جب حضور علیہ السلام دین اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے تو اوائل دور میں دس گیارہ سال تک

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا مال خرچ ہو رہا تھا۔

معزز خواتین! آج عورتیں اسلام کے عطا کردہ اس کردار کو پہچانیں اور معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیں تاکہ ان کی عصمت و عفت بھی محفوظ رہے مگر افسوس ہم اپنے کردار کے تعین کے لئے نہ قرآن حکیم سے روشنی لینا چاہتے ہیں نہ سنت مصطفوی سے۔ ہم نے تو اپنا آئیڈیل مغرب کو بنا رکھا ہے۔ ہم افراط و تفریط کا شکار ہوگئے ہیں اور عورت کو عضو معطل کرنا چاہتے ہیں یا اس قیمتی متاع کو سڑکوں پر ننگا کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف ہم ان کے پردے اور عصمت کی بات کرتے ہیں۔ یہ تصور دیا جارہا ہے کہ آخر عورت کو ضرورت کیا ہے کہ وہ باپردہ خاتون ہو۔ مغرب میں عورت پردہ نہیں کرتی تو کیا فرق پڑتا ہے؟ لیکن انہیں اس بات کی سمجھ نہیں ہے کہ جو قدر و منزلت عورت کو دین اسلام نے عطا کی ہے وہ مغرب عطا نہیں کرسکتا۔ جتنی کوئی قیمتی شے ہوتی ہے اس کی حفاظت کا اس قدر انتظام کیا جاتا ہے اور جو سڑکوں پر عام پھینک دی جائے وہ چیز قیمتی نہیں بلکہ ردی ہے۔ سو پردے اور عصمت و عفت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عورت ایک قدر ہے، عورت ایک متاع ہے، عورت ایک نایاب دولت ہے۔ جس کو اسلام ہر صورت محفوظ کرنا چاہتا ہے اور اس کے تقدس، اس کی عصمت و عفت کو قائم رکھتے ہوئے سوسائٹی میں اس کے کردار کو بھرپور طریقے سے انجام دینا چاہتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ میں بھی تاریخ میں عورتوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ آج کا دور اسلام کی نشاط ثانیہ کا دور ہے اور تحریک منہاج القرآن آج کے دور میں احیاء اسلام اور تجدید دین کی تحریک ہے۔

لہٰذا احیاء اسلام کی نشاط ثانیہ کے اس دور میں جو ذمہ داری مردوں کے کندھوں پر عائد ہوتی ہے وہ معزز خواتین اور میری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے فرائض منصبی کو پہچانتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت کریں، اپنے گھر کے ماحول کو سنواریں، اپنی ذمہ داری کو اس طرح سے نبھائیں کہ احیاء اسلام کی اس تحریک میں آپ بھی برابر کا کردار ادا کرسکیں۔ خوشی اور غمی کے موقع پر بہت غلط رسوم و رواج ہمارے معاشرے میں پیدا ہوچکے ہیں۔ اگر خواتین چاہیں تو ان غلط رسوم کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔ خواتین اگر سادہ زندگی کو شعار بنائیں اور سادہ زندگی کے خلاف اٹھنے والے بے بہا اخراجات، بے جواز رسوم و رواج کو اپنے اوپر بند کرنے کا عہد کرلے اور اپنے مرد کے سامنے کہے کہ میں اس کو اپنی ٹھوکر سے رد کرتی ہوں۔ یہ تیل، مہندیاں، منگنیاں اس پر لاکھوں روپے بے دریغ اخراجات اسراف کے زمرے میں آتے ہیں اگر آج کی عورت یہ فیصلہ کرلے تو میں سمجھتا ہوں کہ سادگی کی زندگی کے لوٹ آنے میں ایک دن بھی نہیں لگے گا۔ یہ انقلاب اور تبدیلی عورت پر منحصر ہے۔ معزز خواتین! یہ میری آپ سے التجاء اور درخواست تھی جو میں نے آپ تک پہنچادی اور میں توقع کرتا ہوں آپ اپنے منصب اور ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس دور میں اس عظیم مشن کے ساتھ وابستگی اختیار کرکے انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی اپنی ذمہ داری کو کماحقہ نبھائیں گی۔☆☆☆☆

درس نمبر 50

# درسِ سلوک و تصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
مرکزی امیر
تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

## آغوشِ مادرِ صالح۔سلوک و تصوّف کی پہلی درسگاہ

دنیا کے مختلف مذاہب اوراقوام میں مروّجہ معاشی ،معاشرتی، سیاسی،اخلاقی اورروحانی قواعد و ضوابطِ حیات میں دین اسلام وُہ واحد اور مکمل ضابطہؔ حیات ہے جو انسانی زندگی کے انفرادی، اجتماعی ،قومی اور بین الاقوامی سطح کے ہر پہلو پر تفصیلی بحث کرتا ہے ،قرآن حکیم انسان کو خالقِ آفاق و انفس کی مرضی اور منشاء سے آگاہ کرتا ہے اور اس کو اللہ کی مرضی کے مطابق دنیا میں زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے، دنیا کی زندگی آخرت کا توشہ ہوتی ہے۔ انفرادی زندگی میں ہر انسان تولید، پیدائش ،طفولیّت ، بچپن،لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے کے مقررہ مراحل سے گزرتا ہے اوروفات کے بعد برزخ اور آخرت کے ادوار میں داخل ہوتا ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق آخرت انسان کی آخری اور حقیقی دنیا ہے۔ جہاں وُہ ابد الآباد تک رہتا ہے۔آخرت میں انسان کا انجام دنیا میں اس کی گزاری ہوئی زندگی کے مطابق ہوتا ہے۔دنیا دارالعمل ہے اس میں انسان جوعمل کرتا ہے اس کی جزا یا سزا کا صِلہ اُس کو دارالبقاء میں ملتاہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں رہنے کے لیے فطرتی طور پر اچھے بُرے اعمال، نیکی بدی اورخیر وشر کا فرق پہلے سے بتا دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔”وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ(البلد: ۱۰)(اور ہم نے تو اِسے دونوں راہیں دکھا دیں)“ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا“(الشمس:۸)(پھراس کو بدکاری (سے بچنے) اور نیکو کاری(اختیار کرنے) کی سمجھ عطا کی)۔اسی طرح قدم قدم پر زندگی کے تمام ممکنہ نشیب وفراز جو انسان کی زندگی میں پیش آنے والے ہوتے ہیں اس سے انسان کو آگاہ کر دیا گیا ہے اور عالم بقاء میں ان کے نتائج سے اس کو پہلے سے خبر دے دی ہے۔نطفہؔ تولید قرار پانے سے لے کر روح کے قبض ہونے تک ہر انسان زندگی کے ان تمام مراحل کو طے کرتا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے اس کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔آج کے بچے نے کل باپ بننا ہے، بالکل اُسی طرح جیسا اُس کا باپ کل بچہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موجودہ نسل کو آنے والی نسل کی

پیدائش اور افزائش کا وسیلہ اور سبب بنایا ہے، اللہ جل شانہٗ نظر آنے اور نہ آنے والی تمام مخلوق کا خالق اور مسبب الاسباب ہے۔ وہ کائنات آفاق و انفس کے ذرے ذرے کا رَبُّ العالمین، خالق مطلق اور مربیّ ہے۔ آفاق و انفس کے شجرِ حیات کو رحمت کے پانی سے پروان چڑھنے کے لیے ذات باری تعالیٰ نے رحمتہ للعالمینﷺ کی تخلیق فرمائی۔ آپﷺ خلق اول ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپﷺ کے نور کو کائنات کا منبع و مصدر بنایا ہے، اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپﷺ کو اُمّی یعنی کائنات کی اصل، جڑ اور سرچشمہ کے لقب سے یاد فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو نر اور مادہ کے جوڑوں میں بنایا، تخلیق آدمؑ کے بعد جنت میں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو آپ کی پسلی سے پیدا فرمایا اور ہبوط کے بعد دنیائے ارضی میں دونوں کے نکاح کے بعد آپ کو اولاد عطا فرمائی اوران کی باہمی تقریب سے نسلِ انسانی کے سلسلہ کو فروغ دیا۔ یہ سلسلہ تناسل قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ سورہ الروم کی اکیسویں آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے ''اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان کی طرف سے سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پید کر دی، بیشک اس (نظامِ تخلیق) میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' اللہ نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے، اس نے انسانوں کے معاشرہ میں آپس میں مل جل کر رہنا ہوتا ہے۔ دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے انسان کو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنی اولاد کو علم و حکمت سکھانے کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلا نبیؑ اور پیغمبرؑ مقرر فرما کر آپؑ کے ذریعے تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی آغوش کو بچوں کی تعلیم و تربیت کی پہلی خانقاہ اور درسگاہ بنایا۔

خانقاہی نظام میں تعلیم و تربیت ''عمل'' کے ذریعے زیادہ دی جاتی ہے۔ ماں بچے کی پہلی معلّمہ اور مربیّ ہوتی ہے۔ اس کے ہر عمل میں اولاد کے لیے علم اور تربیت کا سامان ہوتا ہے۔ بچہ اپنی ماں کے ہر قول و فعل کو سنتا اور دیکھتا ہے اور اپنی فطری جبلّت سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وُہ اپنے والدین اور اردگرد کے ماحول کے افراد کے حرکات و سکنات اور گفتگو کو دیکھ سن کر سیکھتا ہے۔ بچہ جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے اُس کی شعوری طاقتیں اُسی لحاظ سے بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ بچپن میں وہ کسی کے غصہ کرنے پر رونے لگتا ہے اور جب اُس سے پیار کیا جائے تو وہ خوش ہو کر مسکرانے لگتا ہے۔ ماں، انتہائی پیار و محبت، شفقت، ہمدردی، توجہ، صبر اور استقامت سے اپنے بچے کی خبر گیری اور حفاظت کرتی ہے۔ اللہ جل مجدہ نے ماں کی جبلّت میں فطرتی طور پر بچے کی حفاظت، کفالت اور نگہداشت کا جوہر زیادہ رکھا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ رحمان و رحیم اور رب العالمین ہے، ذات باری تعالیٰ نے ماں باپ کو بھی صفاتِ رحم و ربوبیّت سے متصّف فرمایا ہے۔ مشیت ایزدی کے مطابق ہر نوعِ مخلوق کی تولید، فطام اور

بچپن کی کفالت و حفاظت اس کو جنم دینے والی ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہر طرح کے چرند پرند ،حیوانات، جنات اور انسانوں کو جنم دینے والی ماں اس کی نگہداری کرتی ہے۔ وہ ہر سخت اور مشکل وقت اپنے بچوں کے سامنے ڈھال بن جاتی ہے۔ اپنے سکھ چین آرام کو بالائے طاق رکھ کر وُہ اپنے بچے کے آرام کا خیال رکھتی ہے۔ ماں کی فطرۃ بالقوہ میں بچوں کی نگہداشت کے حوالے سے احساس ذمہ داری اور امانت کی پاسداری کا عنصر نسبتاً باپ کے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انسانی جان کی بقاء کی اہمیت دین اسلام کے بنیادی مبادیات سے ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسانی جان کی حرمت صرف یہ نہیں ہے کہ کسی آلۂ قتل سے ہی انسان کی جان لی جائے بلکہ اس کی نگہداشت، کفالت و حفاظت میں کوتاہی بھی اتنا ہی سنگین جرم ہے جس کو قتل کے مترادف شمار کیا جاتا ہے۔ اللہ کے احکام اور فرموداتِ نبی ﷺ کے مطابق بچوں کی مناسب اخلاقی اور روحانی تعلیم و تربیت سے پہلو تہی کرنا اور ان کو دین کی بجائے معاشرے میں رائج بے دینی کا خوگر بنانا بھی ان کا معنوی قتل ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھوں اولاد کی اس طرح کی تباہی تو والدین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ابنائے ملت کی ایک بہت بڑی تباہی ریاستی سطح پر آمرین وقت کی وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ وہ نوجوانوں کے اذہان سے قومی احساسِ زیاں مٹانے کے لیے ان کو فتنۂ جنس، فتنۂ فحش، فتنۂ کثرت پیداوار، کثرت فتنۂ ترسیل، فتنۂ کثرت استعمال، فتنۂ کثرت ضیاع، فتنۂ تنافُس، فتنۂ نفرت دین اور فتنۂ تحقیر شعائر اللہ کا شکار کرتے ہیں۔نسل انسانی کو تباہ کرنے والے سیاسی آمروں(political dictators) کی ایک تباہ کن حکمت عملی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قران حکیم میں وضاحت سے فرمایا ہے کہ کس طرح ہر زمانے کا فرعون اور آمر رعایا کے مرد و زن کو اخلاقی بے راہ روی اور جنسی نراج(sexual exploitation) کے راستے پر ڈال کر انہیں کردار کی موت (death of moral character) سے دو چار کرتا ہے۔ دجال کے آنے سے پہلے دور فتن میں اس کے سیاسی دجالی ایجنٹ یہ تدابیر اکثر اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ وُہ مردوں سے ان کا عسکری جوہر، شجاعت، بہادری اور مردانگی چھیننے کے لیے ان کو بدکاری، فحاشی اور عریانی کی راہ پر ڈالتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر میں لوٹ آنے اور قوم میں بیداری شعور کی مہم کا آغاز کرنے کے بعد فرعون کے سردار اور سیاسی اتحادی اس کو اشتعال دلانے کے لیے اس سے کہتے تھے کہ موسیٰ (علیہ السلام) ملک میں فساد پیدا کر رہا ہے اور رعایا کو تمہاری حکومت کے خلاف بغاوت پر اکسا رہا ہے لہذا اُس کے خلاف سخت اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ سورہ الاعراف کی ایک سو ستائیسویں آیہ کریمہ میں ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو کھلی چھٹی دے دے گا کہ وُہ ملک میں (یونہی) فساد پھیلاتے پھریں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو

چھوڑ دیں(ان کو نہ مانیں اور ذلیل کریں۔فرعون نے ) کہا۔ہم ان کے لڑکوں کو قتل کریں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر( ہرطرح ) زور آور ہیں'' اس آیہ کریمہ میں'' سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَ هُمْ و نَسْتَحْيِ نِسَاءَ هُمْ''(ہم ان کے لڑکوں کو قتل کریں گے اور لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے ) کے الفاظ ذو معنی اور قابلِ توجہ ہیں۔لفظی اعتبار سے فرعون اپنے مخالف کو قتل کرتا ہے اور معنوی لحاظ سے وہ مردوں کی وہ صلاحتیں معدوم کرتا ہے جن سے مرد کی شجاعت، غیرت اور حمیّت عبارت ہوتی ہے اس غرض کے لیے وہ قوم کو گانے بجانے، رقص وسرود، لہوولعب، فحاشی اور عریانی کے کاموں پر لگاتا ہے، بدکاری کے اڈوں کو عام کرتا ہے۔جنسی کاروبار کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، منشیات اور شراب و کباب کے کاروبار کو پوری آزادی سے فروغ دیتا ہے، نوجوانوں کو قوت، توانائی اور مردانگی سے محروم کرنے کے لیے بدکاری کے کاروبار کی سر پرستی اپنے سیاسی اتحادیوں، ساتھیوں اور اقربا کے ذریعے کرتا ہے۔اس کاروبار کو فروغ دینے کے لیے حکومت خزانوں کے منہ کھول دیتی ہے۔فحش قصے کہانیاں ، افسانے، لٹریچر اور رقص و سرود کی تعلیم و تربیت دینے کے لیے آرٹس کونسل، رقص وغنا کے تھیٹروں اور بد چلنی کے اندر اکھاڑوں کو جگہ جگہ قائم کرتا ہے۔ اپنے وزیروں مشیروں کو بد چلنی اور فحاشی کے اڈلے بنانے کے لیے بڑی بڑی اراضیاں اور پلاٹ الاٹ کرتا ہے، بوڑھے اور نوجوان لڑکے لڑکیاں سب بے حیائی کے حمام میں یکساں ننگے ہوتے ہیں،مخنثوں اور ہیجڑوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے ان کو کھلے عام بدچلنی کرنے دیا جاتا ہے، اغلام بازی عام ہو جاتی ہے۔نوخیز لڑکوں اور نوجوانوں کو عورتوں کی طرح حلیہ بنانے اور بننے سنورنے پر لگا دیتا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

؎ از حیا بیگانہ پیرانِ کہن　　　　نوجواناں چوں زناں مشغول تن　(اقبالؒ)

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کو عریانی اور فحاشی کے کاروبار میں مختلف حیلے بہانوں سے ملوث کرتا ہے اور ان کو بدنامی کے خوف میں مبتلا کر کے بلیک میل کرتا ہے۔قران کی مذکورہ بالا آیہ کریمہ میں فرعون کا عورتوں کو زندہ رکھنے کا معنوی طور پر یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عورتوں کو ایسے مشاغل اور افعال کی طرف راغب کرتا ہے کہ جس میں عریانی، برہنگی اور بے حیائی کی ضرورت کاروباری لحاظ سے لازم ہوتی ہے۔جیسے موجودہ دور میں فلم، تھیٹر، ڈرامہ، کاروباری اشتہارات اور کیٹ واک جیسے ایمان سوز کاروبار جس میں عورتیں اپنی عصمت وعفت کو بالائے طاق رکھ کر اپنے نسوانی حسن کا مظاہرہ بر سر بازار آ کر کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ حکومتی سر پرستی میں سرِ عام کیا جاتا ہے، ہر زمانے کا ڈکیٹیٹر، آمر اور ناجائز ذریعے سے حکومت پر قابض ہونے والا حکمران بدچلن عورتوں کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو قابو کرتا ہے۔ وُہ عورتوں کو سیاسی طور پر استعمال کرنے کے لیے ان کے عشوہ وشوخی وغمزہ کو حدِاعتدال سے اتنا آگے بڑھاتا ہے جہاں سے فتنہ وفساد کی حدیں شروع ہوتی

ہیں اور اس طرح شَــرٌّ الــنَـفّٰثٰتِ کو پروان چڑھا کر معاشرہ کو بے حیائی اور عیش پرستی میں غرق کر دیتا ہے۔ اس طرح کے بدکردار مردوں اور عورتوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے ان کے خون میں بھی فحاشی اور بدکرداری کے جراثیم شامل ہوتے ہیں۔ایسے بچے اپنے گھر، والدین ،اقرباء ،عزیزوں اور ماں باپ کے دوستوں کی محافل میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ بچپن سے ہی وہی کچھ خود کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے بچے کی جان اور ایمان وعقیدہ کی حفاظت، بقا اورنشو ونما چاہے لڑکا ہو یا لڑکی ہر مسلمان عورت اور مرد پر فرض ہے۔سورہ الانعام کی آیت کریمہ ایک سو اکاون میں مفلس اور نادار ماں باپ کو بھی اللہ جل شانہٗ کا حکم یہ ہے کہ وہ مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح ماں باپ کو رزق دیتا ہے اسی طرح وہ ان کے بچوں کو بھی عطا فرماتا ہے۔ اسی آیہ مقدسہ میں اللہ جل مجدہٗ ماں باپ کو بے حیائی اور حرام کاری سے بچنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے تاکہ پیدا ہونے والے بچے کی زندگی ولدالزنا ہونے اور ماں باپ کی حرام کاری کا داغ لگنے سے محفوظ رہے اور معاشرہ میں عزت وتکریم سے اس کی نشو ونما وہو سکے۔تکریم اور احترام انسانیت کی نشوونما اور بقا کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نطفہ انسانی کی پاکیزگی کو لازم قرار دیا ہے۔ مردوزن کا آزادانہ اختلاط شریعت میں ان حرام اعمال میں آتا ہے جس سے زمین پر فساد رونما ہوتا ہے۔ فساد فی الارض کو دین اسلام میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خلاف جنگ قرار دیا گیا ہے۔ جس کی سزا حدود اللہ سے تجاوز کے ذیل میں آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے’’اور(اے لوگو!) بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ(خواہ) وہ ظاہر ہوں اور (خواہ) وُہ پوشیدہ ہوں اور (حرام کاری چھپانے کے لیے) اس جان کو قتل نہ کرو جسے(قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے۔بجز حقِ (شرعی) کے یہی وہ (امور) ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔‘‘(الانعام:۱۵۱)

اسلامی معاشرہ میں بے حیائی،زنا اورحرام کاری کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ایک ناجائز بچے کی پوری زندگی اس کے لیے جہنم زار بن جاتی ہے، وُہ ساری عمر ماں باپ کے گناہوں کے بوجھ تلے محرومی،بیکسی اور احساسِ ندامت کے تحت ایک عجیب شرمندگی کی زندگی بسر کرتا ہے۔اس کی نگاہیں ہر کسی کے سامنے جھکی رہتی ہیں دائمی خوف وغم میں مبتلا وہ ایک عضو معطل بن جاتا ہے اور اس طرح وہ معاشرے کا کارآمد رکن بننے کی بجائے بیکار محض بن کر وقت گذارتا ہے۔ سوسائٹی میں اس کا کوئی ساتھی ہوتا ہے اور نہ کوئی والی وارث۔ دین اسلام ہر شخص کو شرمندگی اور مستقل احساسِ ندامت سے محفوظ رکھنے کے لیے برائی کو اس کی جڑ سے ختم کرتا ہے اورناجائز بچے کو جنم دینے والے ماں باپ کو حرام کاری کرنے سے پہلے سختی سے تنبیہہ کرتا ہے کہ وُہ نطفَہ انسانی کی حفاظت کرے اور بے حیائی کے نزدیک بھی نہ جائے وہ سوچے کہ وقتی نفسانی خواہش کی تکمیل اور لذت کے لیے وہ ایک

ایسے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے کہ جس کی وجہ سے ساری عمر کے لیے وہ اپنی اولاد اور ایک با عزت بندۂ خدا کو ندامت اور شرمندگی کے ایسے عمیق گڑھے میں گرا رہا ہے۔ جہاں وہ ساری عمر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ دین اسلام نے انسانیت کی اس گھناؤنی تذلیل کے سدباب اور نطفۂ انسانی کی حرمت اور پاکیزگی کی حفاظت کے لیے قانون شریعت میں ایسی سخت سزائیں مقرر کی ہیں کہ جس کے خوف سے کوئی مرد اور عورت ناجائز اور حرام تعلقات قائم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

حضرت آدمؑ و حواؑ کا اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت دینے کا مقصد ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید، ارض و سماء کا مقتدرِ اعلیٰ اور اس کو طاقت وقوت کا واحد مالک و مختار سمجھ کر صرف اس کی عبادت کرنا، اس کی رضا کے حصول کو زندگی کا مقصد سمجھ کر دنیا میں زندگی بسر کرنا اور سفرِ آخرت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سنتِ آدمؑ و حواؑ پر عمل پیرا ہونے کے لیے دنیا کے تمام ماں باپ کو اپنی صفاتِ ربوبیت و رحمت اور کفالت و حفاظت میں سے کچھ حصہ عنایت کیا ہے لہذا سب والدین اپنے بچوں کے اولین معلم و مربّی ہوتے ہیں۔ والدین کے تعلیم و تربیت کے طور طریقے کیا ہوتے ہیں اس کا انحصار والدین کی اپنی حاصل کردہ تعلیم و تربیت اور ماحول کے مطابق ہوتا ہے۔لیکن ازل سے ابد تک ایک قاعدہ اور کلیّہ طے شدہ ہے کہ ہر نوع کی مخلوقات میں ماں باپ بچوں کی تعلیم،تربیت کفالت اور حفاظت کی ذمہ داری نبھاتے رہیں گے۔

دورِ جدید میں بچے کی خصوصی نگہداشت علمی دنیا کا سب سے اہم موضوع قرار پایا ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں مونٹیسیری، کنڈرگارٹن اور نرسری طرز کے سکول بچوں کی تعلیم اور تربیت کے لیے وجود میں آچکے ہیں۔ جہاں ایک خاص ماحول(particular environment) ڈیزائن کر کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ جہاں خاص قسم کے اساتذہ اور بچوں کی نفسیات کے ماہرین ان کے رویّوں(attitudes,behaviours) کو قوم کے مخصوص تہذیب وتمدن کے سانچوں میں ڈھالنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔تعلیم و تربیت پر مغربی دنیا اور ترقی یافتہ ممالک میں قومی آمدن کا بہت بڑا حصہ خرچ کیا جاتا ہے۔ پرائمری سطح کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے خاص قسم کے سکول اور ان میں خاص تربیت یافتہ اساتذہ کا تقرر ہوتا ہے۔غرضیکہ مغربی دنیا اور ترقی یافتہ ممالک بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداری کو اہم قومی فریضہ سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ جس کربناک صورت میں ان کے سامنے آرہا ہے اس سے نہ صرف مغربی دنیا، امریکہ بلکہ تمام ترقی یافتہ اقوام یکساں طور پر پریشان اور مضطرب ہیں۔ یہ امر ان کی سمجھ سے بالا تر ہے کہ پرائمری درجات سے ہی بہترین تعلیم و تربیت کے

طریقے اختیار کرنے کے باوصف ان کے بچوں کا اخلاق دن بدن تنزلی کا شکار ہو رہا ہے۔ درسیّات سے بھی بہت زیادہ وقت اخلاقیات (ethics) برتاؤ(behaviours) اور رویوں(attitudes) کی درستگی اور اصلاحِ احوال پر صرف کیا جاتا ہے۔

لیکن نتیجہ توقعات کے برعکس نکلتا ہے۔ بچوں کی نفسیات کے ماہرین، تعلیم وتعلم اور درس و تدریس کے اداروں کے اساتذہ اور سماجی انجمنوں اور جماعتوں کے کار پردازاں سب پریشان ہیں کہ بچپن سے ہی بچوں میں جھنجھلاہٹ، ذہنی انتشار، ظلم وتشدّد کے رجحانات، جنسی بے راہ روی اور منشیات کے استعمال کا رجحان خطرناک حد تک بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ سکول، ہاسٹلوں اور گھروں میں بچوں کے رویوں میں جارحیت(aggresion) خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر طیش میں آجانا اور شدید غصے کا اظہار معمول بن چکا ہے۔ اس موضوع پر ہر جگہ بڑے بڑے سیمنار، سمپوزیم، کانفرنسوں اور مذاکرات کا انعقاد کیا جاتا ہے لیکن اس ضمن میں سب سے اہم نکتہ؛ جو ان کے فکرو خیال سے اوجھل ہے۔ وُہ ایک نیک اور صالح ماں کی گود کی اہمیت اورضرورت کا ہے۔ مغربی دنیا اور ترقی یافتہ ممالک کا سب سے بڑا المیہ ''صالح آغوش مادر'' کا فقدان ہے۔ یہی بیماری ملک عزیز کے نئے فیشن کے دلدادہ خاندانوں کو بھی تیزی سے لاحق ہو رہی ہے جہاں ایک خاتون کی دینداری، نیکی، تقویٰ اور پرہیز گاری دیکھنے کی بجائے اس کے خاندان کی مالداری، ثروت، اقتدار، لمبی چوڑی جہیز دینے کی سکت، آزاد سوسائٹی اور فیشن زدہ ماحول کو دیکھ کر اُسے بیاہ کر لایا جاتا ہے۔ چند دِن شادی کو خوشی دیکھنے کے بعد پھر غم ہی غم کا دور شروع ہو جاتا ہے لیکن حقیقی المیہ اولاد کی پیدائش کے بعد شروع ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور نبی مختشمﷺ کے فرمودات کی روشنی میں بچے کی نگہداشت اور ایمانی حفاظت کے لیے صالح ماں کی آغوش موجود نہیں ہوتی ہے۔ سلوک وتصوف میں نیک، صالح، متقی، پرہیزگار اور دینی تعلیم سے مزیّن ''ماں'' کا بہت اہم کردار ہے۔ ایک ایسا کردار جو بچے کو اس کی آغوش سے لے کر سفرِ آخر تک ایک ایسے روحانی الذہن معاشرہ کی تشکیل کے لیے تیار کرتا ہے ۔تصوف ،اخلاقیات اور خاص کر نبی مکرمﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع سے مزیّن ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے آراستہ ایک مومنہ ماں؛ اللہ جل مجدہٗ کے احکامات، معلّمِ کائناتﷺ کے فرمودات اور دین اسلام کی تعلیمات کی پیروی کے تحت بچے کی پرورش اور نگہداشت کو اپنا دینی فریضہ سمجھ کر سرانجام دیتی ہے اور اس کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا نیکی کا عمل سمجھتی ہے۔

☆☆☆☆☆

# ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تفسیری تفردات و امتیازات

پہلی قسط

علامہ محمد حسین آزاد۔ ایم فل علوم اسلامیہ منہاج یونیورسٹی

منہاج یونیورسٹی کالج آف شریعہ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تفسیری خدمات کے حوالے سے پہلا ایم فل کرنے کا اعزاز جامعہ کے ابتدائی فاضلین میں سے علامہ محمد حسین آزاد نے حاصل کیا ہے جو جامعۃ الازہر سے ''الدورۃ التدریبیہ'' میں بھی سند یافتہ ہیں اور مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ کے علاوہ مجلّہ دختران اسلام کے مینجنگ ایڈیٹر ہیں جن کا مقالہ قارئین کے استفادہ کے لئے بالاقساط شائع کیا جارہا ہے۔ پہلی قسط تحقیقی مقالہ کے مقدمہ پر مشتمل ہے جس میں مقالہ کی اہمیت، سبب، تفسیری تفردات کی تعریف، اسلوب تحقیق اور دائرہ کار کو واضح کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم قیامت تک ہمارے لئے منبع اور سرچشمہ ہدایت ہے جس کا مخاطب پوری کائنات ہے۔ صرف لفظ قرآن پر ہی غور کریں تو اس کے کئی مادۂ اشتقاق ہیں۔ ان میں سے اگر قرء سے قرآن کو مشتق مانیں تو اس کے دو معنی ہوں گے۔ ایک وہ قرآن جسے جمع کیا گیا اور دوسرا وہ قرآن جس کے اندر سب کچھ جمع کر دیا گیا۔ پہلے معنی کی رو سے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَه، وَقُرْاٰنَه، (القیامۃ، ۷۵:۱۷)

''بے شک اسے (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور اسے (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارا ذمہ ہے۔''

دوسرے معنی کے حوالے سے قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ (الانعام، ۶:۵۹)

''اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب میں۔''

یہی وجہ ہے کہ قیامت تک سائنس جتنی ترقی کرتی جائے گی۔ وہ قرآن میں موجود سائنسی حقائق کی تصدیق کرے گی اور متلاشیان علم وحکمت اس سے کما حقہ مستفید اور مستفیض ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو تخلیق فرما کر ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث

فرمایا اور ان میں سے چار جلیل القدر رسولوں پر مبنی چار عظیم البرکت کتابیں نازل فرمائیں جن میں تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام، زبور حضرت داؤد علیہ السلام، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اپنی آخری کتاب قرآن نبی آخرالزماں حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی۔جس کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل ،۱۶:۴۴)

''اور (اے نبی مکرم!) ہم نے آپ کی طرف ذکر عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے۔''

اس آیت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کرنا نبی اکرم ﷺ کے فرائض میں سے تھا جس کا آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بدرجہ اتم اہتمام فرمایا۔حضور ﷺ کا اس تفسیری ذمہ داری کو پورا فرمانا من جانب اللہ تھا جو حدیث وسنت کے زمرے میں آتا ہے۔ جسے وحی غیر متلو کہتے ہیں۔جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**الاانی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ .** (ابوداؤد ،سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنۃ، بیروت، لبنان: دارالفکر ،۱۹۹۴، رقم:۱۱۸، ص۳۹۳)

''آگاہ رہو بے شک مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔''

اس مقام پر **مثلہ معہ** یعنی اس کی مثال اس کے ساتھ سے مراد حدیث وسنت ہے جو قرآن حکیم کی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر بصورت وحی نازل فرماتا تھا۔اسی لئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم،۵۳:۳۔۴)

''اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ان کا ارشاد سراسر وحی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔''

قرآن وسنت میں فرق یہ تھا کہ قرآن حکیم بصورت الفاظ نازل ہوتا تھا اور سنت بصورت معانی وحی کی جاتی تھی جسے نبی اکرم ﷺ اپنے اعمال یا تفسیری وتشریحی الفاظ سے ظاہر فرماتے تھے۔ دونوں میں فرق قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (الاسراء :۱۷:۲۹)

اس آیت مبارکہ کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ'' اپنے ہاتھ کو گردنوں پر نہ باندھو اور نہ بالکل کھلا چھوڑ دو۔''

جبکہ تفسیری ترجمہ یہ ہے کہ ''حد درجہ بخل سے کام نہ لو اور نہ اسراف کرو۔''

اس مثال سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ تفسیری ترجمہ سے آیت کا نہ صرف اصل

مطلوب ومقصود حاصل ہو گیا بلکہ لفظی ترجمہ کا ابہام بھی دور ہو گیا اور فہم وادراک میں آسانی پیدا ہو گئی۔

## اہمیت موضوع

قرآن کے سب سے پہلے مفسر خود حامل قرآن نبی اکرم ﷺ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم تفسیر کو اسلامی علوم وفنون میں سب سے اعلیٰ، افضل اور اشرف علم ہونے کا مقام حاصل ہے۔ اسی بناء پر یہ علم صرف مسلمانوں کا علمی ورثہ ہے جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب، فلسفہ، تھیوری اور فکر ونظریہ میں نہیں ملتی۔ اگر ہم الہامی ادیان اور دیگر مذاہب کا مطالعہ کریں تو یہودیت وعیسائیت کے علاوہ مجوسیت اور صابیت میں بھی یہ علم کہیں نظر نہیں آتا۔

قدیم ترین مذاہب عالم اور جدید دور کے عقائد ونظریات میں بھی یہ علم مفقود ہے۔ اسی طرح دوسری الہامی کتب کی نہ کوئی تفسیر ہوئی اور نہ کسی یہودی اور عیسائی عالم نے لکھنے کی کوشش کی۔ یہ علم تفسیر صرف مسلمانوں کا خاصہ ہے اور دیگر ادیان و مذاہب پر اسلام کی علمی برتری اور فوقیت کا آئینہ دار ہے۔ تفسیر قرآن کے حوالے سے مسلمانوں کا عظیم کارنامہ اصول تفسیر کے فن کی بنیاد رکھنا ہے۔ ان اصولوں نے آج تک اس فن کو زندہ رکھا ہے۔ اس کے سامنے جملہ مذاہب اور افکار ونظریات سرنگوں ہیں۔ یہ علم تفسیر خود نبی اکرم ﷺ کے اپنے الفاظ، معانی اور اعمال پر مشتمل ہے اور انہی کی قولی، عملی اور تقریری تبیین وتوضیح کو تفسیر کہا جاتا ہے۔ اس علم کو علوم اسلامی میں اعلیٰ، ممیّز اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

اعجاز قرآن کے حوالے سے اس میں دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ کے معانی پر کوئی حد لاگو نہیں ہوتی کیونکہ جس طرح یہ اس ہستی کا کلام ہے جس کی کوئی انتہا اور حد نہیں اسی طرح اس کے کلام کے معانی اور مفاہیم کی بھی کوئی حد نہیں۔ یہی حقیقت ہمارے زیر بحث موضوع سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

## سبب اختیار موضوع

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے محاورہ عرب کے عین مطابق نازل فرمایا اور ان لوگوں میں نازل فرمایا جو فصیح اللسان تھے اور عقل وفہم میں اپنی مثال آپ تھے۔ مگر اس کے باوجود انہیں بعض اوقات تفسیر کی ضرورت محسوس ہوتی جس کے بغیر آیات قرآنی کے مدعا ومقصود کو سمجھنا ممکن نہیں تھا۔ جیسے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ (الانعام، ۶:۸۲)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا وہی لوگ ہیں جن کے لئے امن وسلامتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

اس آیت کریمہ کے نزول پر صحابہ کرامؓ میں اضطراب اور پریشانی کی کیفیت پیدا ہوئی اور انہوں نے حضور

نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو؟۔لہٰذا ہم ہدایت یافتہ نہ رہے۔حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:''تم اس آیت میں ظلم کا معنی ومفہوم نہیں سمجھے۔ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔لہٰذا ان مومنوں کو ہدایت یافتہ کہا جا رہا ہے جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے بچائے رکھا۔''حضور ﷺ کی اس تفسیر اور تشریح سے صحابہ کرام ؓ کا اضطراب دور ہو گیا۔

دوسرے مقام پر قرآن پاک نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌo (لقمان ،۳۱: ۱۳)''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

اسی طرح جب آیت صوم کا نزول ہوا تو ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ o (البقرہ ،۲: ۱۸۷)

''یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔''

اس آیت کو سن کر ایک سادہ لوح صحابی آیت کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے سحری کھانے کے بعد دو دھاگے سفید و سیاہ لے کر لیٹ گئے اور دیکھنے لگے کہ سیاہ دھاگہ سفید دھاگے سے کب بدلتا ہے۔اس بات کی خبر جب حضور نبی اکرم ﷺ کو ہوئی تو حضور ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر اور تشریح فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ جب صبح کی سفیدی نمایاں ہونے لگے تو اس وقت سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔اللہ رب العزت کی طرف سے بھی **من الفجر** کے الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا۔جس سے آیت کے معنی ومفہوم کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو گئی۔یہی قرآنی مثالیں زیر بحث موضوع کو اختیار کرنے کا سبب بنیں۔

## تفسیری تفردات سے مراد

تفسیری تفردات سے مراد مختلف آیات قرآنی سے وہ منفرد استنباط واستخراج ہے جو اصول تفسیر کے عین مطابق ہو مگر کسی ایک مفسر کا خاصہ ہو اور وہ اس کی اپنی تحقیق ہو جسے وہ اپنی طرف منسوب کرتا ہو اور حقیقتاً ایسا ثابت بھی ہو جائے کہ ان نکات کو کسی دوسرے مفسر نے بیان نہیں کیا تو وہ اس کا تفرد کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تفسیر ابھی منظر عام پر نہیں آئی مگر انہوں نے کئی تفسیری کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے چند اہم یہ ہیں۔تفسیر منہاج القرآن (سورۃ الفاتحہ)،تفسیر منہاج القرآن (سورۃ البقرۃ)، معارف الکوثر،تحفۃ السرور فی تفسیر آیہ نور،تسمیۃ القرآن،تفسیر تعوذ، لا اکراہ فی الدین کا قرآنی فلسفہ، مقام محمود، شان اولیاء،مناہج العرفان فی لفظ القرآن وغیرہ۔لہٰذا اس مقالہ میں موصوف کی مذکورہ تفسیری کتب کے علاوہ مختلف موضوعات پر دیگر علمی و تحقیقی کتب، درس قرآن وخطابات میں مختلف آیات کی تفسیر سے تفسیری نکات حاصل کئے گئے ہیں۔

## اسلوب تحقیق

اس موضوع پر قلم اٹھانے کا خیال اس وقت لوح ذہن پر مرتسم ہو گیا تھا جب راقم نے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے بعض خطابات سنے اور ان کی کتب کو پڑھا۔ جس میں انہوں نے قرآنی آیات کی تفسیر کے ضمن میں ایسے نکات بیان کئے جو بالکل منفرد اور نئے معلوم ہوتے تھے۔ اس سے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ ان نکات کو موضوع تحقیق بنا کر اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ واقعتاً یہ علمی نکات اور استدلال نو دیگر مفسرین کے ہاں ہے یا نہیں۔ نیز اس تحقیقی مطالعہ سے معلوم کیا جائے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس علمی استنباط و استخراج اور قرآن فہمی سے دیگر مفسرین اور علماء کا اختلاف تو نہیں۔ آیا ان کا یہ استدلال نو قرآن سے متصادم تو نہیں؟ پھر ان تفردات کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہو گا۔ پھر اسی نکتہ نظر سے راقم نے ڈاکٹر صاحب کی تفسیری کتب سے تفسیری نکات کو نکال کر جمع کیا اور اگر کسی عالم یا مفسر کا تحریری اختلاف ملا تو دیانتداری سے اسے نقل کیا اور اگر کسی طرف سے اس کا جواب دیا گیا تھا تو اسے بھی من وعن تحریر کر دیا اور فیصلہ قوی دلائل پر چھوڑ دیا۔ علاوہ ازیں ان کے اردو ترجمہ عرفان القرآن کا دیگر اردو تراجم کے ساتھ جو تقابل شائع ہو چکا ہے اسے بھی من وعن نقل کر دیا گیا تا کہ تحقیق میں غیر جانبداری کا عنصر غالب رہے۔ اس نہایت اہمیت کے حامل علمی و تحقیقی کام کو عرق ریزی کے ساتھ منظر عام پر لانے کیلئے مزید درج ذیل چیزوں کو پیش نظر رکھا گیا۔

۱۔ اس کی تحریر میں ایسا عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ موضوع کے افہام اور ابلاغ میں بھی تفسیر کی شان دکھائی دے۔

۲: اس کی تحقیق میں بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا۔

۳۔ مقالے کی تیاری کیلئے ڈاکٹر فریدالدین ریسرچ انسٹیٹوٹ کی لائبریری اور منہاج یونیورسٹی کی لائبریری سے استفادہ کیا گیا۔

۴۔ مواد کے حصول کے لیے کیسٹس اور رسائل سے بھی مدد لی گئی۔

۵۔ مختلف متعلقہ احباب سے بھی مشاورت کر کے ان کی رائے حاصل کی گئی۔

## دائرہ کار

میں نے اس مقالے کو تین ابواب میں تقسیم کیا جس کی ضروری تفصیل درج ذیل ہے۔

☆ پہلا باب

''تفسیر کا تعارف واقسام'' یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اوّل میں تفسیر کا تعارف کراتے ہوئے

تفسیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔فصل دوم میں تفسیر کی تین اقسام ،تفسیر بالماثور ،تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری کو تفصیلاً تحریر کیا گیا ہے۔

☆دوسرا باب

''ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا تعارف'' یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے ۔ پہلی فصل میں آپ کے حالاتِ زندگی اور علمی و تحقیقی خدمات تحریر کی گئی ہیں جبکہ دوسری فصل میں جیّد علماء و مشائخ کی نظر میں آپ کا مقام و مرتبہ تحریر کیا گیا ہے۔تیسری فصل میں آپ کا بطور مفسر تعارف کرایا گیا ہے ۔

☆ تیسرا باب

''ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تفسیری تفردات و امتیازات'' اس نہایت اہمیت کے حامل باب کو بھی تین فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں آپ کے ترجمہ عرفان القرآن کے تفسیری معارف اور جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں قرآنی صداقت کو واضح کیا گیا ہے۔ دوسری فصل مختلف سورتوں کے تفسیری تفردات و امتیازات پر مشتمل ہے ۔ جب کہ تیسری فصل مختلف قرآنی آیات کی تفسیری کتب کے تفردات و امتیازات پر مشتمل ہے ۔

آخر میں نتائج ، خلاصہ اور سفارشات تحریر کی گئی ہیں ۔ جن کے بعد اشاریہ اور مصادر و مراجع وغیرہ کی فہارس دی گئی ہیں ۔

**وما توفیقی الا باللہ**

مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس ہے کہ مقدور بھر کوشش کے باوجود ایک عظیم نابغۂ روزگار شخصیت کی علمی خدمات اور تفسیری تفردات و امتیازات کا کما حقہ احاطہ نہیں کر پایا۔تاہم یہ بارش کے پہلے قطرے کی طرح آغاز ہے ۔ اس موضوع پر مزید محنت اور تحقیق کی ضرورت ہے ۔ جن تفسیری تفردات و امتیازات کو اخذ کیا گیا ہے۔ان میں بھی احساسِ تشنگی باقی ہے۔

آج جبکہ میرا تحقیقی کام پایۂ تکمیل تک پہنچ رہا ہے ۔ میں اپنے باری تعالیٰ کے حضور سراپا تشکر و امتنان ہوں کہ اس کی توفیق خاص سے اس قابل ہوا کہ اپنے عظیم قائد ، مربی اور استاذ کو ان کی شایان شان تو نہیں مگر یہ چھوٹا سا تحفہ پیش کرسکوں۔ میرے یہ بے ربط ٹوٹے پھوٹے الفاظ پر مشتمل یہ اوراق ایک عظیم مصلح اور مجتہد کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کے سوا کچھ نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنی ذات میں انجمن ہیں ۔صرف ایک ذات اور شخصیت نہیں بلکہ مکمل ادارے اور تحریک کا نام ہے جو اپنی زندگی ہی میں علم و تحقیق کے میدان میں خود حوالہ بن چکے ہیں۔☆☆

# ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

مرتبہ: راضیہ نوید

ذیقعد ۶ ہجری میں جب معاہدہ حدیبیہ طے پایا تو مشرکین و کفار مکہ کی جانب سے حملوں کے خطرات ٹل گئے تھے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نواح عرب کے حکمرانوں اور رؤساء کو خطوط مبارک ارسال کئے جن میں ان کو دعوت اسلام دی گئی تھی۔ یکم محرم الحرام ۷ ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خط شاہ مصر و سکندریہ جریج بن متی قبطی ملقب بہ مقوقس کو لکھا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا جب انہیں پیغام ملا تو بھاگم بھاگ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوکر مودب کھڑے ہوگئے اور حکم کا انتظار کرنے لگے۔

''شاہ مقوقس مصری کے پاس میرا یہ خط لے جاؤ''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسے بڑی محبت و عقیدت سے پکڑا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہر نکل کر اپنے گھر کی سمت چل پڑے، راستے میں ان کے دل و دماغ میں خیالات کا ہجوم ہونے لگا: ''میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنا قاصد بنا کر بڑا اعزاز بخشا ہے، اللہ کرے میں اس ذمہ داری کو بطریق احسن سرانجام دے کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں سرخرو ہو جاؤں''۔

انہیں سوچوں میں مستغرق گھر پہنچ گئے۔ جلدی سے لباس تبدیل کیا، گھوڑے پر زین کسی اور پھر اس شاہراہ پر جو مدینہ منورہ سے مصر کی طرف جاتی تھی، گھوڑے کو سرپٹ دوڑانا شروع کردیا۔ انہیں اس بات کا کلی ادراک تھا کہ جب محبوب کوئی کام کرنے کو کہے تو پھر محبّ پر آرام حرام ہوجاتا ہے اور محبوب بھی کون جو رحمۃ للعالمین، باعث تخلیق کائنات اور راحت انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں جن کی اطاعت و محبت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت ہے، جن کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، جن کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور جن کے روبرو بلند آواز سے بولنے پر اعمال ضائع ہوجاتے ہیں لہذا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی انتہائی کوشش تھی کہ مہینوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا کہ جو فریضہ انہیں سونپا گیا ہے اس سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

مصر کی تہذیب و تمدن و تاریخ بڑی قدیم ہے، یہ وہ شہر ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں

ہے۔ دریائے نیل اہل مصر کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ وہی دریا ہے کہ جب اس میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خط کو جو انہوں نے اس کے نام لکھا تھا، ڈالا گیا تو اس میں پہلے کی بہ نسبت سولہ گز پانی زیادہ چڑھ گیا اور اس قدیم جاہلانہ وقبیح رسم کا خاتمہ ہوگیا جس کے تحت ایک نوجوان خوبرو کنواری لڑکی کو اس کے والدین کی مرضی سے دریا کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا تو پھر اس میں پانی آتا تھا۔ اگر کسی نے حضرت عمر فاروق بن الخطابؓ کے ادب کا ڈھنگ سیکھنا ہو تو دریائے نیل سے سیکھے، وہ بتائے گا کہ ادب کیا ہوتا ہے اور بارگاہ خداوندی میں ان کی شان و مرتبہ کیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے''۔

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عبدالرحمٰن اپنی کتاب مجموعہ صلوات الرسول کے پارہ ۲۱ ص ۵۱ پر فرماتے ہیں:

''عرش اعظم کے گرد ۶۰ ہزار جہان ہیں جو سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے محبوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر لعنت بھیجتے ہیں''۔

مصر فن تعمیر میں لاجواب تھا اور ہے۔ اہرام مصر ہنوز اپنے اندر ان گنت رموز و اسرار چھپائے ہوئے ہیں۔ قدیم مصر میں بادشاہ کو الہ یعنی دیوتا تصور کیا جاتا تھا، کسی میں اتنی جرات و ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرے بلکہ کوئی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ فراعنہ مصر سے قبل لوگ تین خداؤں کو مانتے تھے جن کی مختلف مواقعوں اور تہواروں پر جداگانہ پرستش کی جاتی تھی لیکن جیسے جیسے وقت کا دھارا بہتا رہا اور مختلف تہذیبیں عروج و زوال سے دو چار ہوتی رہیں تو لوگ سانپ، نیولے، گوبر میں پیدا ہونے والے بھنورے، شیر، بلی، سانڈ، مینڈھے، مگر مچھ، شاہین اور سورج کی پوجا پاٹ کرنے لگے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مصر کے قبطیوں نے عیسائیت کو قبول کرلیا۔ شاہ مقوقس قبطی بھی اسی مذہب کا پیروکار تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں مصر کے ماضی کی تاریخ کے موٹے موٹے خدوخال ابھر رہے تھے اور گھوڑا برق رفتاری سے بھاگا جارہا تھا۔

کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب دور سے شہر مصر کے آثار نظر آئے تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی رفتار کو اور تیز کردیا۔ منزل مقصود سامنے نظر آرہی تھی لہذا جب آپ وارد شہر ہوئے تو دن خاصا چڑھ آیا تھا، ہر طرف زندگی رواں دواں تھی، آپ کا چہرہ مبارک اور لباس اگرچہ گرد آلود تھا لیکن تھکن کا نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ مسرت اس بات کی تھی کہ جو ذمہ داری آپ کے آقا و مولا ﷺ نے سونپی تھی، وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ اہل مصر آپ کو اجنبی نظروں سے دیکھتے تھے اور گزر جاتے تھے۔ آخر ایک جگہ رک کر آپ نے ایک شخص سے پوچھا: ''شاہ مقوقس سے کہاں ملاقات ہوسکتی ہے؟''

اس شخص نے عجیب سی نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور بولا: ''اس وقت اپنے دربار میں ہوگا''۔

اور پھر ایک سمت اشارہ کرکے جانے کو کہا۔ آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور گھوڑے کا منہ اس طرف موڑ لیا جس طرف اس نے جانے کو کہا تھا۔

دربار کے باہر دو چوبدار نیزے پکڑے کھڑے تھے، آپ نے ایک کو مخاطب کرکے کہا: ''اپنے بادشاہ کو جا کر بتاؤ کہ مدینہ منورہ سے قاصد آیا ہے''۔

چوبدار نے آپ کے سراپا پر نظر ڈالی اور اندر چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور آپ کو اندر جانے کو کہا۔ شاہ مقوقس زریں تخت پر بڑے رعب و دبدبہ سے بیٹھا تھا اور اس کے وزراء اور اراکین سلطنت ادب سے اپنی اپنی کرسیوں پر براجمان تھے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا، بڑی شان و متانت اور پروقار انداز سے شاہ مقوقس کے قریب جا کر رکے اور گویا ہوئے:

''اے مقوقس! تم سے پہلے اس ملک میں ایک شخص گزرا ہے جو گمان کرتا اور دعویٰ کرتا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ یعنی میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے انتقام لیا لہٰذا تم اپنے غیر سے عبرت حاصل کرو تاکہ تم سے کوئی دوسرا عبرت نہ لے''۔ اور پھر نبی آخر الزماں ﷺ کا خط مبارک نکال کر اس کو دیا۔ مقوقس نے خط کو بڑے ادب سے لیا اور پھر اپنے کاتب کو دیا کہ اسے با آواز بلند پڑھے تاکہ سب حاضرین دربار سن لیں۔ کاتب کی آواز فضا میں ابھری:

یہ خط محمد (ﷺ) کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، مقوقس کی طرف جو قبطیوں کا سردار ہے''۔ سلامتی ہو ہر اس شخص پر جو ہدایت کا پیروکار ہے۔

اما بعد! میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائے گا اگر تم روگردانی کرو گے تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

اے اہل کتاب! آجاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا رب نہیں بنائیں گے اور اگر لوگ روگردانی کریں تو کہو اے منکرو! گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔

خط پڑھنے کے بعد کاتب نے مقوقس کو پیش کردیا اس نے ہاتھی دانت کی ایک خوب صورت ڈبیا لانے کو کہا اور پھر بڑے احترام سے اس نے نبی آخر الزماں ﷺ کے نامہ مبارک کو اس میں رکھا۔ ڈبیا کو سربمہر کردیا اور اپنی کنیز خاص کے حوالے کرتے ہوئے کہا: ''اسے حفاظت سے سنبھال لو''۔

بعد ازاں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ''ہمارا ایک دین ہے اور ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے بجز اس صورت میں کہ کوئی اور دین اس سے بہتر ہو''۔

سماعت فرمایا تو آپؓ گویا ہوئے: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلاتا ہوں جو دین اسلام ہے۔ اللہ کریم اس دین کے ذریعے دوسرے دینوں سے بے نیاز کردے گا۔ بلاشبہ اس نبی کریمﷺ نے لوگوں کو دعوت اسلام دی مگر قریش سخت ترین لوگ تھے اور دشمن ترین لوگ یہود اور ان سے قریب ترین لوگ نصاریٰ ہیں۔قسم ہے مجھے اپنی زندگی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایسی نہیں ہے جیسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت نبی آخرالزمان محمد عربیﷺ کے لئے ہے اور ہمارا تمہیں قرآن کی طرف بلانا ایسا ہی ہے جیسے تم لوگ اہل تورات کو انجیل کی طرف بلاتے ہو اور ہر نبی نے جس قوم کو پایا تو وہ قوم ان کی امت بن گئی لہذا اس قوم پر حق اور ثابت ہے کہ وہ قوم اس نبی کی اطاعت کرے اور تو نے اس نبیﷺ کو پایا ہے لہذا ایمان لاکر ان کی امت میں داخل ہوجا۔ ہم تمہیں دین مسیح سے منع نہیں کرتے بلکہ دین مسیح کا حکم تجھے بتاتے ہیں (کہ اس کا حکم ہے کہ نبی آخرالزماںﷺ پر ایمان لانا)''۔

شاہ مقوقس خاموشی سے قاصد رسول حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی باتیں سنتا رہا اور پھر اپنی زبان کو جنبش دی۔

''میں نے اس نبی کے بارے میں غور وفکر کیا ہے، مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ کسی قابل نفرت چیز کا حکم نہیں دیتے اور نہ کسی ایسی چیز سے روکتے ہیں جو رغبت وشوق سے متعلق ہو، میں اس سے بھی باخبر ہوگیا ہوں کہ وہ نہ ساحر قتال ہیں اور نہ کاہن کاذب ابھی میں اس پر مزید غور وفکر کررہا ہوں''۔

اور پھر اپنے خاص غلام کو بلاکر حکم دیا: ''(حضرت) حاطب (رضی اللہ عنہ) ہمارے معزز مہمان ہیں، محل میں ان کے قیام کا بندوبست کرو، انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہئے''۔

اور پھر دربار برخاست ہوگیا۔محل میں رہتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو کئی دن بیت گئے، ایک دن سورج ڈھلے کافی دیر ہوگئی تھی کہ ایک خادم حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: ''آپ کو بادشاہ سلامت یاد کرتے ہیں''۔ سنا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر خادم کے ساتھ چلے گئے اور پھر وہ ایک کمرے کے سامنے جاکر رکا اور شاہی مہمان سے مخاطب ہوکر کہا: ''آپ اندر تشریف لے جائیں''۔

اس وقت شاہ مقوقس تنہا بیٹھا تھا اس نے آپ کو خوش آمدید کہا اور اپنے قریب بیٹھنے کو کہا، تھوڑی دیر ماحول پر سکوت طاری رہا پھر وہ بولا: ''حاطب (رضی اللہ عنہ)! جن کی طرف سے تم قاصد بن کر آئے ہو، کیا وہ اللہ کے رسول(ﷺ) ہیں؟''

''ہاں! لاریب وہ رب کریم کی طرف سے مبعوث کئے ہوئے رسولﷺ ہیں''۔ حضرت حاطب بن ابی

بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایمان کامل سے پرزور الفاظ میں جواب دیا۔''پھر کیا بات ہے کہ انہوں نے اپنی اس قوم پر بددعا نہ کی جس نے انہیں اپنے شہر سے نکالا؟''

شاہ مقوقس نے کہا آپ رضی اللہ عنہ بولے:''وہ کیا بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے پکڑا اور بقول نصاریٰ سولی پر چڑھادیا اور بد دعا نہ کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیتا''۔

شاہ مقوقس نے سنا تو بے اختیار اس کے ہونٹوں سے نکلا:''تم ٹھیک کہتے ہو، حق تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی حکم آیا تھا''۔

حضور اکرمﷺ کے نامہ مبارک اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو نے شاہ مقوقس پر روز روشن کی طرح عیاں کردیا تھا کہ جو صفات رسول اللہﷺ کی بتائی گئی ہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کے مطابق ہیں اور پھر وہ ہم کلامی کے انداز میں بولنے لگے:

یہ وہی رسول(ﷺ) ہیں جن کی تشریف آوری کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ بلاشبہ وہ غالب ہوں گے اور ان ممالک میں ان کے صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا قبضہ ہوگا۔

اس کے بعد ماحول پر خاموشی طاری ہوگئی، دونوں اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے پھر شاہ مقوقس نے آپ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:''آپ جا کر آرام کریں، کل ملاقات ہوگی''۔

لہذا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر اپنی آرام گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ دوسرے دن دربار میں سب اعیان سلطنت موجود تھے، شاہ مقوقس کے قریب ہی خوب صورت کرسی پر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ مقوقس نے اہل دربار پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر شاہی کاتب کو بلایا اور اسے حضور نبی اکرمﷺ کے خط کا جواب لکھانے لگا۔

**محمد بن عبداللہ(ﷺ) کے حضور منجانب مقوقس عظیم القبط**

**اما بعد!** میں نے آپ(ﷺ) کا گرامی نامہ پڑھا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اور جس کی آپ(ﷺ) نے دعوت دی، میں نے سمجھا بلاشبہ میں جانتا ہوں ایک ایسا نبی باقی رہا ہے جو خاتم الانبیاء ہوگا۔ میرا خیال ہے اس کا ظہور ملک شام سے ہوگا اور میں نے آپ کے قاصد کی آمد کو گرامی جانا۔ میں آپ(ﷺ) کی طرف ماریہ اور سیرین کو بھیجتا ہوں جو کہ قبط میں عظیم المرتبت ہیں اور کچھ لباس و تحائف اور ایک اونٹ آپ(ﷺ) کی سواری کے لئے بھی پیش خدمت کرتا ہوں۔ (والسلام مقوقس) (بشکریہ کتاب''ازواج الرسول امہات المومنینؓ، مصنف: نواز رومانی)

(جاری ہے) ☆☆☆☆☆

# اسلامی تعلیمات اور راہ اعتدال

محمد حنیف چشتی

انسان کا مادی جسم عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے تشکیل پایا ہے، یہ چاروں عناصر جسم میں ایک خاص تناسب کے ساتھ ہمہ قت موجود رہیں تو جسمانی صحت درست رہتی ہے، جونہی ان میں بے اعتدالی پیدا ہوجائے یعنی کسی چیز میں کمی یا زیادتی ہوجائے تو جسم کی سلطنت پر بیماری کا حملہ ہوجاتا ہے، انسانی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ حکماء و معالجین اور میڈیکل سائنس جاننے والے ڈاکٹرز بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ غذا، دوا اور کبھی دونوں یا پھر صرف پرہیز سے اس چیز کی کمی یا بیشی کو اعتدال پر لاکر علاج کرتے ہیں۔

اس طریقہ علاج سے انسان کا جسم پھر سے تندرست وتوانا ہونا شروع ہوجاتا ہے، بلاتشبیہ و بلامثال ایسا ہی اعتدال انسان کی علمی، عملی، نظری، فکری، روحانی اور باطنی دنیا کو درست رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ علم غیر نافع ہی ایسا علم ہے جو انسان کو تندخو، شدت پسند، ہٹ دھرم، اکھڑ مزاج اور ضدی بنادیتا ہے، علم کو غیر ضرر رساں اور نفع بخش بنانے کے لئے اخلاق حسنہ، حلم، تحمل، بردباری، برداشت، عفو و درگزر، ملنساری اور رواداری جیسی روحانی ادویات استعمال کرواکر انسان کو اخلاقی بیماریوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے، بعض اوقات صوفیائے کرام کے ہاں ریاضت و مجاہدہ کی بھٹی سے بار بار گزار کر انسان کو صالح معاشرے کے لئے مفید بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ معتدل معاشرہ قائم کرنے کے لئے ان پاک باز ہستیوں کی محنت کے خاطر خواہ نتائج دیکھنے کو ملتے ہیں۔

## اعتدال کی ضرورت و اہمیت

وسعت نظر یقیناً وسعت مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں اعتدال کی ضرورت و اہمیت میں خاصہ اضافہ ہوگیا کیونکہ بعض تنگ نظر اور ایک ہی مسلک یا نقطہ نظر کو شوق سے پڑھنے والے افراد فریق مخالف کے نقطہ نظر کو سننا پسند کرتے ہیں اور نہ اس کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، فتویٰ کی زبان سے اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے ہر مخالف شخص کو کافر و مشرک اور منافق جیسے سخت کلمات کہنے سے بھی باز نہیں آتے، اسی بے اعتدالی کی وجہ سے بعض اوقات وہ اپنی فکر میں اس حد تک متشدد ہوجاتے ہیں کہ خود کو ہی صحیح اور حق بجانب خیال کرتے ہیں، خود کو

جنتی اور فریق مخالف کو جہنمی، جاہل اور قابل گردن زدنی تصور کرتے ہیں۔ بالآخر یہی سوچ انتہا پسندانہ نظریات کو جنم دیتی ہے، جو ایک اچھے، پرامن اور مثالی معاشرے کی علامت نہیں ہے۔ اگر اس غلط تصور کی تردید نہ کی جائے تو مجلس و محافل قتل گاہ اور میدان جنگ کا منظر پیش کریں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ہر دور میں ایسے کئی لوگ پیدا کرتا ہے جن کی مخلصانہ کوششوں سے انتہا پسندی کے زور کو مکمل ختم تو نہیں مگر کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔

اس شدید ترین ضرورت کے پیش نظر زیر مطالعہ مختصر مگر تحقیقی مضمون میں اعتدال کے متعلق اسلامی تعلیمات کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس کے لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کرنے کے بعد قرآن و سنت اسلامی تعلیمات کے بے مثال ورثہ سے اور سلف صالحین کے تذکار جمیلہ سے کچھ مثالیں پیش کی جائیں گی، جس سے نہ صرف شدت پسندی کے طوفان کو روکنے میں مدد ملے گی بلکہ یقیناً ہٹ دھرمی پر مبنی سوچ کو تبدیل کرنے کا فائدہ بھی حاصل ہوگا۔

## لغوی و اصطلاحی معانی

اعتدال عدل (ع دل) سے مشتق ہے، جو باب افتعال کا مصدر ہے، جس کے معانی لغت عرب میں انصاف، پیمانہ یا سیدھا معاملہ امر معتدل یعنی دو حالتوں میں سے متوسط حال اختیار کرنا۔

(المنجد دارالاشاعت اردو بازار کراچی، تاریخ اشاعت جولائی 1975ء)

وَالْاِعْتِدَالُ تَوَسُّطُ حَالٍ بَيْنَ حَالَيْنِ فِيْ كَمٍ اَوْ كَيْفٍ وَكُلُّ مَا تَنَاسَبَ فَقَدْ اِعْتَدَلَ.

(ترتیب القاموس المحیط، ج الثالث، ص172، الطاہر احمد الزاوی دار الفکر)

کسی چیز کی کمیت اور کیفیت کی دونوں حالتوں میں سے درمیانی حالت کو اختیار کرنا اور ہر چیز کا تناسب قائم کرنا اعتدال کہلاتا ہے۔

## کلمہ عدل قرآن میں

ا۔ قرآن مجید میں عدل کا کلمہ تقریباً 28 دفعہ مصدر، ماضی، مضارع اور امر کے صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔ عدل کے معانی کی وضاحت کے لئے درج ذیل سطور میں مشتے از خروارے چند قرآنی آیات پیش کی جارہی ہیں۔

الف۔ سورہ النساء میں نکاح مسنون کی تعداد چار تک بیان کی گئی ہے، تمام بیویوں کے حقوق مساویانہ ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عدل کی شرط لگائی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً . (النساء،۴:۳)

''پھر اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان میں) انصاف نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو''۔

ب۔ لین دین اور تجارت کے معاملات کو شفاف رکھنے اور جھگڑے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے

تحریری دستاویز تیار کرنے کا حکم دیا تو اس وقت بھی لکھنے اور لکھانے والوں کو عدل کی ہی تعلیم ارشاد فرمائی ہے:

ج. وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ . (البقره، ۲: ۲۸۲)

''اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہئے''۔

اس کے علاوہ قرآن پاک میں قسط کا کلمہ بھی عدل کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

د. فَاِنْ فَآءَ تْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ.

''پھر اگر وہ اللہ کے (حکم کی طرف) رجوع کرلے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے''۔ (الحجرات، ۴۹: ۹)

## کلمہ اعتدال احادیث مبارکہ میں

قرآن مجید کی طرح اعتدال کا کلمہ احادیث مبارکہ میں بھی سیدھا ہونا اور ٹھیک ہونے کے معانی میں استعمال ہوا ہے، نبی کریم ﷺ نے درج ذیل حدیث مبارکہ میں نماز باجماعت کے وقت صفوں کے ٹھیک اور معتدل ہونے کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

ا. فَاِنَّ اِعْتِدَالَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ.

(الموطا، روایۃ یحییٰ اللیثی (۱/۱۰۴) کتاب الجمعۃ باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب، ۲۳۴)

''بے شک صفوں کا اعتدال (سیدھا ہونا) نماز کے مکمل ہونے کی نشانی ہے''۔

## فقہائے کرام کا طرز اعتدال

علم کے جس شعبہ میں دین اسلام کی روشنی میں روزمرہ کے سیاسی، معاشی، عائلی اور معاشرتی مسائل کی وضاحت کی جاتی ہے اور پیش آنے والے نت نئے مسائل کا حل معلوم کیا جاتا ہے اس کو علم فقہ کہتے ہیں اور ان کی تشریح کرنے والوں کو فقہائے کرام کہا جاتا ہے۔ ان فقہائے اسلامی کی وسعت ظرفی کا یہ عالم ہے کہ ان کے درمیان حلال و حرام تک کا اصولی اور علمی اختلاف موجود ہے۔ یعنی ایک فقیہ ایک چیز کو دلیل کی بنا پر حلال کہتا ہے، دوسرا اسی چیز کو دلیل کی بناء پر ہی حرام قرار دیتا ہے، کتب فقہ میں ہر صفحہ پر اس اختلاف کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اسی اختلاف کی بناء پر فقہ مالکی، فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور فقہ جعفری وجود میں آئی ہیں۔ یہ ذہن انسانی کے تنوع کی دلیل بھی ہے، اس علمی تنوع کو خوشی سے قبول کرنا قلبی وسعت کی نشانی ہے لیکن قابل غور اور لائق توجہ امر یہ ہے کہ اس علمی و فقہی اختلاف کے باوجود ان کے مابین کوئی تنازع اور تصادم نہیں ہے، ان کے مابین جملہ علمی آداب کا پاس کیا جاتا ہے اور بے حد احترام آدمیت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو دلیل شرعی کی بنا پر رائے کے اختلاف کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اپنی دلیل اور نکتہ نظر کو از حد درست اور صحیح

خیال کرنے کے باوجود اس میں غلطی ہونے کا امکان موجود سمجھتے ہیں، صحیح دلیل شرعی معلوم ہوجانے کے بعد ہٹ دھرمی کی راہ اختیار نہیں کرتے بلکہ شرح صدر کے ساتھ اپنی رائے سے رجوع بھی کرلیتے ہیں۔ یہ ان فقہائے کرام کے معتدل مزاج، وسیع النظر اور صاحب بصیرت ہونے کی دلیل ہے۔ فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م۲۰۴ھ) اکثر و بیشتر کہا کرتے تھے کہ:

رَاءِ یِی صَوَابٌ یَّحْتَمِلُ الْخَطَاءُ، وَرَاءُ ی غَیْرِیُ خَطَاءٌ یَّحْتَمِلُ الصَّوَابُ.

(تاریخ المذاہب الاسلامیہ، محمد ابوزہرہ، دارالفکر للطباعۃ والنشر ،۱/۱۸)

''میری رائے درست لیکن غلطی کا احتمال رکھتی ہے جب کہ میرے غیر کی رائے غلط لیکن درستگی کا احتمال رکھتی ہے''۔

## اعتدال پسندی کی اعلیٰ مثال

یہ فقہائے کرام قلبی طور پر اس قدر اعتدال پسند اور رواداری کے اخلاقی اصول پر عمل کرنے والے تھے کہ علم فقہ کے بانی ہونے کا عجب وغرور اور نخوت وتکبر ان کے نزدیک تک نہ پھٹکتا تھا، ان کی ردائے باطن کو میلا تک نہیں ہونے دیتا تھا۔ امام محمد ادریس الشافعی (م۲۰۴ھ) جب اپنے دادا استاد امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م۱۵۰) کے مزار پرانوار پر شہر بغداد کے محلّہ اعظمیہ میں حاضری اور دعا کے لئے گئے تو آپ نے وہاں اپنی فقہ کے مطابق نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔ جب ان کے تلامذہ نے بعد میں ان سے نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

مجھے اپنے دادا استاد کے پاس اپنی فقہ کے مطابق رفع یدین کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

(مناقب امام اعظم ابوحنیفہؒ مصنف مولانا عبدالرزاق بھترالوی ص۱۴۱۔ ناشر مکتبہ لاثانیہ لاہور)

یہ امام شافعیؒ کی اعتدال پسندی اور وسعت ظرفی کی اعلیٰ مثال ہے۔ وہ عملی طور یہ سمجھتے ہیں، اس کے باوجود کہ میں رفع یدین کرنے کے نکتہ نظر میں حق بجانب ہوں لیکن میرے اس اصولی اجتہاد میں معمولی سی خطا کا امکان موجود ہے۔ وہ امام اعظم سے دلیل کی بنیاد پر اختلاف رائے کو انا کا مسئلہ نہیں بناتے بلکہ عملی طور پر اگر اپنی رائے کے خلاف بھی دوسرے کو کبھی ترجیح دینے کا موقع آجائے تو اس پر عمل کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے ہیں۔ اس سے ان کے ایک مستقل فقہی نکتہ نظر الشافعی کے بانی ہونے اور ان کے فقہی مقام ومرتبے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

## اعتدال کا سبب

اگر معمولی سا غور کرلیا جائے تو یہ عقدہ بڑی آسانی سے سمجھ آجاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فقہی اور فروعی مسائل میں اجتہادی رائے کو خطاء کے باوجود بھی ایک صواب کا مستحق قرار دیا ہے جبکہ صحیح اور صائب رائے کو دو

اجروں کا مستحق قرار دیا ہے۔ اس سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ دین میں سوچ و بچار اور نیک نیتی سے کوشش کسی سطح پر بھی کی جائے وہ عنداللہ (اللہ کے نزدیک) اجروثواب کی مستحق ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

اِذَا اِجْتَهَدَ الحَاكِمُ فَاَصابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِنْ اَخْطَاءَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ.

(صحیح مسلم کتاب الاقضیہ، باب بیان الاجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطاء، حدیث نمبر ۱۷۱۶)

''جب حاکم اجتہاد کرے اور اس میں درست نتیجے کو پہنچے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر غلطی کرجائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے''۔

اس حدیث پاک کو اگر غور سے پڑھا جائے تو اس کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جن مسائل میں قرآن و سنت کی کوئی رائے صاف معلوم نہ ہورہی ہوتو ان دو بڑے مآخذ شرعیہ کی روشنی میں مجتہدین مقاصد شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح ان کا وقت خدمت خلق میں بسر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجروثواب بھی نصیب ہوتا ہے اور طبیعت میں اعتدال قائم رہتا ہے، یہ فقہائے کرام اپنی رائے قائم کرتے ہوئے یہ بھی سوچتے ہیں کہ جس طرح میں نے اس امر شرعی میں کوشش کی ہے، اسی طرح دوسرے فقیہ نے بھی اجتہاد کیا ہے، جس کے نتیجے میں اس نے بھی ایک رائے قائم کی ہے۔ یقیناً نظر وفکر کے اس انداز سے ہٹ دھرمی کا خاتمہ ہوگا، نظر وفکر میں وسعت پیدا ہوگی، برداشت کی صفت آئے گی اور مسائل شرعیہ میں غوروخوض اور اجتہاد کی نئی راہیں بھی کھل جائیں گی۔

## بے اعتدالی زیادتی ہے

قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جو جہاد کی ایک اعلیٰ قسم ہے، اللہ کریم نے قتال جیسے غیظ وغضب کے ماحول میں بھی اخلاقی اقدار کے ملحوظ خاطر رکھنے کا یعنی دشمن پر زیادتی کرنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ اعتدال کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اعتدال سے ہٹ جانے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ.

''اور اللہ کی راہ میں ان سے (دفاعاً) جنگ کرو جو تم پر جنگ مسلط کرتے ہیں (ہاں) مگر حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔(البقرہ:۱۹۰)

## تبلیغ دین اور اعتدال

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دین دعوت بنایا ہے، نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت شرق وغرب کے تمام بے دینوں اور غیر مسلموں کو اس الہامی دین کو قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ دعوت قبول کرنے والوں میں ہر

انسان یعنی یہودی، نصرانی، ہندو، سکھ، مجوسی اور دہریے جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو پہنچانے کا جو طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں حکمت اور دانائی یعنی اعتدال کو قائم رکھنے کا اولین حکم فرمایا، اچھی نصیحت اور دلائل کا تذکرہ بعد میں فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. (النحل:۱۲۵)

''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دیجئے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے بحث بھی اچھے دلائل کے ساتھ کرو''۔

## اعتدال اور صوفیائے کرام

تاریخ اسلام میں انسانیت کے جس گروہ میں سب سے زیادہ اعتدال پایا جاتا ہے وہ صوفیائے کرام ہیں کیونکہ وہ مجاہدہ نفس کے ذریعے طبیعت کے شر پسندانہ عناصر کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ علم نافع کی کوشش جاری رکھتے ہیں، اپنے سمیت سب کو علم غیر نافع کے نقصانات و حجابات سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں، طبیعتوں میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے عبادت و ریاضت میں کثرت، احترام آدمیت کے درس کے ساتھ کم خوری کو عادت ثانیہ بناتے ہیں، علمی و فقہی اختلافات کو لفظی نزاع تصور کرکے بات کو طول دینے سے احتراز کرتے ہیں، وصلِ الٰہی کے لئے ہٹ دھرمی اور تصادم و تخاصم کو حجاب سمجھتے ہیں، خواہ وہ علمی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام فقہی مسالک اور ان کا مت مسلمہ میں معمول جاری رہنا اور امت مسلمہ کا ایک متعدد حصے کا ان کی فقہ کو قبول کرنا ہی ان کے حسن نیت اور مقبول سعی کی علامت ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث یعنی غیر مقلد علماء کے مابین اس حد تک اختلافات موجود ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر، مشرک اور منافق کہنے سے بھی باز نہیں آتے جب کہ تینوں مسالک کے دعوے دار ایک خدا، ایک قرآن، ایک دین اور ایک قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرتے ہیں، لیکن آپس میں ملاقات کا تصور الا ماشاء اللہ ناپید ہے، ایک دوسرے کو مناظرانہ چیلنج دیئے جاتے ہیں، ان کے درمیان سلام و کلام اگر کبھی واجبی سا ہو بھی جائے مگر دل دور دور رہتے ہیں۔ اس ماحول میں گورداس پور کے شہر میں ایک دوراندیش، صوفی بزرگ حضرت الشاہ محمد سراج الحق نوراللہ مرقدہ (م۔۱۹۳۲ء) نے خود اس نفرت کے ماحول میں رہتے ہوئے ہمیشہ وسعت ظرفی کا ثبوت دیا، برصغیر کے تمام مسالک کے علمائے کرام آپؒ کی مجلس علم و ادب اور ذکر و فکر میں حاضر ہوتے اور روحانی فوائد حاصل کرتے تھے۔ وہ فریقین کے مابین محبت کی زبان سے اختلافی مسائل پر کبھی گفتگو بھی کر لیتے تھے لیکن دوران گفتگو ماحول مناظرانہ بنا نہ مجادلانہ۔

ایک نجی ملاقات میں غیر مقلد، اہل حدیث، جید عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م۔۱۳۶۸ھ) نے

الشاہ محمد سراج الحق چشتیؒ (م۔۱۹۳۲ء) سے تصرفات اولیاء پر گفتگو شروع کردی۔ ساتھ ہی جنات کے تصرف کا انکار کردیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں، انسانوں کی طرح ان میں نیک بھی ہیں اور برے بھی جو بلاوجہ انسانوں کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانی جسم میں داخل ہونے کی طاقت بخشی ہے، ان کی بہت لمبی عمریں ہوتی ہیں، آنکھ جھپکنے میں طویل سفر کرلیتے ہیں، عفریت نامی جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ نمل میں مذکور ہے۔ قرآن مجید میں ان کے نام پر ایک سورہ جن موجود ہے، قرآن مجید میں ہے کہ جنوں کے وفود آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس حاضر ہوکر قرآن مجید سیکھتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون دوڑتا ہے۔ مولانا امرتسریؒ نے ان دلائل کے باوجود آپ کی بات کو تسلیم نہ کیا، آپ مناظرانہ انداز میں گفتگو نہیں فرماتے تھے، آپ نے گفتگو ختم کی، خاموشی سے اٹھے اور گورداس پور چلے گئے۔

شاہ صاحبؒ ابھی گورداس پور پہنچے ہی تھے کہ مولانا امرتسری صاحبؒ کے صاحبزادے بغیر سیڑھی کے واسطے سے مکان کی چھت پر آنے اور جانے لگے، گھر پر شور وغوغا برپا ہوگیا، مولوی صاحب بڑے پریشان ہوگئے، اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے مگر وہ ہاتھ نہ لگانے دیتا۔ ادھر مولانا صاحبؒ حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ گفتگو کے دوران تصرفات جنات کا انکار کررہے تھے، ادھر اپنے ہی گھر میں اللہ کریم نے وہ نقشہ دکھادیا، اگر بچے میں جن داخل ہوجائے تو وہ بچہ ہوکر بھی اس قدر طاقت ور ہوجاتا ہے کہ بڑوں سے بھی قابو میں نہیں آتا، اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ بغیر سیڑھی کے واسطے سے بھی مکان کی چھت پر آنا جانا شروع کردیتا ہے۔ کیا ابھی بھی مولانا صاحبؒ نے جنات کے تصرف کا اقرار نہ کیا ہوگا؟ بالآخر مولانا صاحب تار گھر کی طرف بھاگے، بذریعہ تار اس معاملے کی اور اپنی گھبراہٹ کی حضرت خواجہ صاحبؒ کو اطلاع دی تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا، اسی وقت لڑکا صحیح ہوگیا۔

حضرت مولانا صاحبؒ حضرت خواجہ صاحبؒ کے بہت معتقد ہوگئے، مسلکی اختلاف کے باوجود وہ اکثر آپ سے ملاقات بھی کرتے تھے، فروعی مسائل میں اختلاف رائے کو باہمی محبت وتعلقات میں آڑ نہ بننے دیتے تھے اور وہ ہر ملاقات پر ایک سوال ضرور کرتے تھے مگر آپ جو جواب ارشاد فرماتے، اس کو بحث وتمحیص کے بغیر قبول کرتے تھے۔ آپ کی معتدل طبیعت نے مجادلانہ اور مناظرانہ انداز اختیار کئے بغیر مولانا امرتسری صاحبؒ کو ایسا مسئلہ سمجھادیا کہ پھر پوری زندگی انہوں نے اس سے انکار نہ کیا۔ اس میں دیگر علمائے کرام کے لئے بھی نصیحت کا پہلو موجود ہے کہ مناظرانہ انداز سے بات کا منوانا مشکل ہے لیکن بہترین تدبیر، عمدہ حکمت عملی اور باہمی ملاقات سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں۔

(ملخص شمیم ولایت، ص۶۰۲۔ مصنف ابومظہر اصغر علی چشتی، ناشر بزم چشتیہ لاہور)

## عدم اعتدال کے نقصانات ونتائج

بے اعتدالی نے عصر حاضر میں فرقہ واریت کا جو طوفان بدتمیزی بپا کیا ہے، اس نے باہمی نفرتوں کو جنم دیا ہے، باہمی محبتوں کا جنازہ نکال دیا ہے، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہر شخص اپنے مسلکی مخالف پر سنگ باری کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ رہا ہے، خواہ وہ لفظوں سے ہو یا پتھروں سے، ڈنڈے سے ہو یا گولی سے۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سقوط بغداد اور زوال امت مسلمہ کی دیگر وجوہات میں سے ایک وجہ شیعہ سنی فسادات بھی تھے، اس سے معلوم ہوا انتشار و افتراق اقوام کو ریت کی دیوار کی طرح گرادیتا ہے، جو قوم منفی سوچ اور خود پسندی کی دلدل میں پھنس جائے، وہ ہیچو ما دیگرے نیست کی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے، جس کے بڑے بھیانک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ قومی معیشت زوال پذیر ہوجاتی ہے، اخلاقی اقدار معاشرے سے عنقا ہوجاتی ہیں، مجموعی حیثیت سے قوم انحطاط کا شکار ہوجاتی ہے، ہر شعبہ زندگی اس سے متاثر ہوتا ہے، قوم کا قیمتی سرمایہ یعنی وقت ضائع ہوتا ہے پھر قوم کو جانی و مالی نقصان سے کوئی بچا نہیں سکتا، معاشرتی امن و امان تباہ ہوجاتا ہے۔ ہر طرف جنگل کا قانون نظر آتا ہے، اصولوں کی کوئی پاسداری نہیں ہوتی۔ عدم اعتدالی کے نقصانات کا اگر دیانت داری سے تجزیہ کیا جائے تو ہر گلی اور محلّہ جنگ کا نقشہ پیش کرے گا، ہر طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

## بے اعتدالی سے حفاظت کیسے؟

بے اعتدالی کے نقصانات سے محفوظ رہنے کے لئے درج ذیل سطور میں چند قابل عمل تجاویز پیش کی جارہی ہیں، جن پر پُرخلوص طریقے سے عمل کرنے سے ہم بہت بڑے خطرات سے بچ سکتے ہیں۔

- ☆ ہر سطح پر تعلیم کو عام کیا جائے۔
- ☆ انسانی شعور کو بیدار کیا جائے۔
- ☆ اپنے اندر حوصلہ اور برداشت کی اخلاقی صفات پیدا کی جائیں۔
- ☆ صرف مسلکی بنیاد پر کافرومشرک کہنے کی مذمت کی جائے۔
- ☆ ہر دوسرے شخص میں اچھی صفات تلاش کی جائیں۔
- ☆ فرقہ ورایت پیدا کرنے والے لٹریچر پر پابندی لگائی جائے۔
- ☆ تبلیغی و اصلاحی پروگراموں کے لئے اندرونی سپیکر استعمال کئے جائیں۔
- ☆ جملہ مشاہیر اسلام پر طعن وتشنیع کی زبان بند کی جائے۔
- ☆ حکومت وقت در پردہ یا کھلم کھلا کسی مسلک کی سپورٹ نہ کرے۔
- ☆ وعظ و بیان کے لئے مشترکہ اخلاقی عنوانات کو تجویز کیا جائے۔

☆ تمام مسالک اصلاح معاشرہ کے لئے مثبت کردار ادا کریں۔

☆ اپنی ذات سے ہر اچھے کام کا آغاز کر دیا جائے۔

## خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید نے اعتدال کو نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ کافروں کے باطل خداؤں یعنی بتوں کو گالیاں دینے سے بھی منع کیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ راہ اعتدال سے ہٹ کر اور ضد میں آ کر مسلمانوں کے سچے واحد خدا کو ہی برا بھلا نہ کہنا شروع کر دیں۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ.(الانعام،٦:١٠٨)

"اور اللہ کے سوا جن کی یہ پرستش کرتے ہیں تم انہیں برا بھلا نہ کہو (ایسا نہ ہو کہ) وہ بھی اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے برا بھلا کہنے لگیں"۔

نبی کریم ﷺ نے علم و عمل اور عبادت و ریاضت کے ہر شعبے میں ہمیشہ اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی نبی اقدس ﷺ کے اعمال و افعال اور اقوال و گفتار سے اعتدال کو نہ صرف پسند کیا بلکہ عمل کر کے دائمی سرخروئی حاصل کی ہے۔ فقہائے کرام نے دلیل کی بنیاد پر باہمی اختلاف کے باوجود اعتدال کی اخلاقی صفت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا، بلکہ ہر ممکن اس پر عمل کیا ہے۔

صالحین و عابدین نے بھی علمی و عملی اور معاشی و معاشرتی زندگی میں، میانہ روی، اخلاقی اقدار، رواداری، برداشت اور اعتدال کے راستے پر عمل کیا ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ جملہ شعبہ ہائے زندگی میں ہر شخص کے لئے اس پر عمل کرنے میں ہی عافیت اور سلامتی ہے، قوم و ملک سے لے کر خاندان کے ہر فرد کے نظم وضبط تک ہر چیز کو سلیقے سے چلانے اور برقرار رکھنے کے لئے یہ لازمی امر ہے۔ تجارتی اور معاشرتی معاملات کو خوبصورتی سے نپٹانے کے لئے اعتدال ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر جگہ پر اس کی افادیت سے سر مو انکار و انحراف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ الغرض نظم کائنات کو صحیح رکھنے کا واحد ذریعہ اعتدال ہے۔☆☆☆☆☆


## خوشخبری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کے یوم پیدائش کے پرمسرت موقع پر ہم آپ کے لئے گھر بیٹھے آن لائن "آئیں دین سیکھیں کورس" کا اجراء 19 فروری سے کر رہے ہیں جس میں قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا، علم فقہ، حدیث اور ترجمہ اور تفسیر بھی کروائی جائے گی۔ جس کے لئے اندرون اور بیرون ملک سے طلبہ اور طالبات کو جو قرآن اور اس کے متعلقات سے لگاؤ رکھتے ہیں، دعوت عام دی جاتی ہے کہ وہ اس کلاس میں ضرور داخلہ لیں۔ رابطہ نمبر: 0305-4547289، dr.nazia41@yahoo.com

# اسلامی تعلیمات اور راہ اعتدال

محمد حنیف چشتی

انسان کا مادی جسم عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے تشکیل پایا ہے، یہ چاروں عناصر جسم میں ایک خاص تناسب کے ساتھ ہمہ وقت موجود رہیں تو جسمانی صحت درست رہتی ہے، جونہی ان میں بے اعتدالی پیدا ہوجائے یعنی کسی چیز میں کمی یا زیادتی ہوجائے تو جسم کی سلطنت پر بیماری کا حملہ ہوجاتا ہے، انسانی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ حکماء و معالجین اور میڈیکل سائنس جاننے والے ڈاکٹرز بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ غذا، دوا اور کبھی دونوں یا پھر صرف پرہیز سے اس چیز کی کمی یا بیشی کو اعتدال پر لاکر علاج کرتے ہیں۔

اس طریقہ علاج سے انسان کا جسم پھر سے تندرست وتوانا ہونا شروع ہوجاتا ہے، بلاتشبیہ و بلامثال ایسا ہی اعتدال انسان کی علمی، عملی، نظری، فکری، روحانی اور باطنی دنیا کو درست رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ علم غیر نافع ہی ایسا علم ہے جو انسان کو تندخو، شدت پسند، ہٹ دھرم، اکھڑ مزاج اور ضدی بنادیتا ہے، علم کو غیر ضرر رساں اور نفع بخش بنانے کے لئے اخلاق حسنہ، حلم، تحمل، بردباری، برداشت، عفو و درگزر، ملنساری اور رواداری جیسی روحانی ادویات استعمال کرواکر انسان کو اخلاقی بیماریوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے، بعض اوقات صوفیائے کرام کے ہاں ریاضت و مجاہدہ کی بھٹی سے بار بار گزار کر انسان کو صالح معاشرے کے لئے مفید بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ معتدل معاشرہ قائم کرنے کے لئے ان پاک باز ہستیوں کی محنت کے خاطر خواہ نتائج دیکھنے کو ملتے ہیں۔

## اعتدال کی ضرورت و اہمیت

وسعت نظر یقیناً وسعت مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں اعتدال کی ضرورت و اہمیت میں خاصہ اضافہ ہوگیا کیونکہ بعض تنگ نظر اور ایک ہی مسلک یا نقطہ نظر کو شوق سے پڑھنے والے افراد فریق مخالف کے نقطہ نظر کو سننا پسند کرتے ہیں اور نہ اس کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، فتویٰ کی زبان سے اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے ہر مخالف شخص کو کافر و مشرک اور منافق جیسے سخت کلمات کہنے سے بھی باز نہیں آتے، اسی بے اعتدالی کی وجہ سے بعض اوقات وہ اپنی فکر میں اس حد تک متشدد ہوجاتے ہیں کہ خود کو ہی صحیح اور حق بجانب خیال کرتے ہیں، خود کو

جنتی اور فریق مخالف کو جہنمی، جاہل اور قابل گردن زدنی تصور کرتے ہیں۔ بالآخر یہی سوچ انتہا پسندانہ نظریات کو جنم دیتی ہے، جو ایک اچھے، پرامن اور مثالی معاشرے کی علامت نہیں ہے۔ اگر اس غلط تصور کی تردید نہ کی جائے تو مجلس و محافل قتل گاہ اور میدان جنگ کا منظر پیش کریں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ہر دور میں ایسے کئی لوگ پیدا کرتا ہے جن کی مخلصانہ کوششوں سے انتہا پسندی کے زور کو مکمل ختم تو نہیں مگر کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔

اس شدید ترین ضرورت کے پیش نظر زیر مطالعہ مختصر مگر تحقیقی مضمون میں اعتدال کے متعلق اسلامی تعلیمات کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس کے لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کرنے کے بعد قرآن و سنت اسلامی تعلیمات کے بے مثال ورثہ سے اور سلف صالحین کے تذکار جمیلہ سے کچھ مثالیں پیش کی جائیں گی، جس سے نہ صرف شدت پسندی کے طوفان کو روکنے میں مدد ملے گی بلکہ یقیناً ہٹ دھرمی پر مبنی سوچ کو تبدیل کرنے کا فائدہ بھی حاصل ہوگا۔

## لغوی و اصطلاحی معانی

اعتدال عدل (ع د ل) سے مشتق ہے، جو باب افتعال کا مصدر ہے، جس کے معانی لغت عرب میں انصاف، پیمانہ یا سیدھا معاملہ امر معتدل یعنی دو حالتوں میں سے متوسط حال اختیار کرنا۔

(المنجد دارالاشاعت اردو بازار کراچی، تاریخ اشاعت جولائی 1975ء)

وَالْاِعْتِدَالُ تَوَسُّطُ حَالٍ بَيْنَ حَالَيْنِ فِیْ کَمٍ اَوْ کَیْفٍ وَکُلُّ مَا تَنَاسَبَ فَقَدْ اِعْتَدَلَ.

(ترتیب القاموس المحیط، ج الثالث، ص172، الطاہر احمد الزاوی دارالفکر)

کسی چیز کی کمیت اور کیفیت کی دونوں حالتوں میں سے درمیانی حالت کو اختیار کرنا اور ہر چیز کا تناسب قائم کرنا اعتدال کہلاتا ہے۔

## کلمہ عدل قرآن میں

ا۔ قرآن مجید میں عدل کا کلمہ تقریباً 28 دفعہ مصدر، ماضی، مضارع اور امر کے صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔ عدل کے معانی کی وضاحت کے لئے درج ذیل سطور میں مشتے از خروارے چند قرآنی آیات پیش کی جارہی ہیں۔

الف۔ سورہ النساء میں نکاح مسنون کی تعداد چار تک بیان کی گئی ہے، تمام بیویوں کے حقوق مساویانہ ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عدل کی شرط لگائی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً . (النساء، ۴:۳)

''پھر اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان میں) انصاف نہ کرسکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو''۔

ب۔ لین دین اور تجارت کے معاملات کو شفاف رکھنے اور جھگڑے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے

تحریری دستاویز تیار کرنے کا حکم دیا تو اس وقت بھی لکھنے اور لکھانے والوں کو عدل کی ہی تعلیم ارشاد فرمائی ہے:

ج. وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ . (البقرہ، ۲: ۲۸۲)

''اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہئے''۔

اس کے علاوہ قرآن پاک میں قسط کا کلمہ بھی عدل کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

د. فَاِنْ فَآءَ تْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ.

''پھر اگر وہ اللہ کے (حکم کی طرف) رجوع کرلے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے''۔ (الحجرات، ۴۹: ۹)

## کلمہ اعتدال احادیث مبارکہ میں

قرآن مجید کی طرح اعتدال کا کلمہ احادیث مبارکہ میں بھی سیدھا ہونا اور ٹھیک ہونے کے معانی میں استعمال ہوا ہے، نبی کریم ﷺ نے درج ذیل حدیث مبارکہ میں نماز باجماعت کے وقت صفوں کے ٹھیک اور معتدل ہونے کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

ا. فَاِنَّ اِعْتِدَالَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلاةِ.

(الموطا، روایۃ یحیٰ اللیثی (۱/۱۰۴) کتاب الجمعۃ باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب، ۲۳۴)

''بے شک صفوں کا اعتدال (سیدھا ہونا) نماز کے مکمل ہونے کی نشانی ہے''۔

## فقہائے کرام کا طرز اعتدال

علم کے جس شعبہ میں دین اسلام کی روشنی میں روزمرہ کے سیاسی، معاشی، عائلی اور معاشرتی مسائل کی وضاحت کی جاتی ہے اور پیش آنے والے نت نئے مسائل کا حل معلوم کیا جاتا ہے اس کو علم فقہ کہتے ہیں اور ان کی تشریح کرنے والوں کو فقہائے کرام کہا جاتا ہے۔ ان فقہائے اسلامی کی وسعت ظرفی کا یہ عالم ہے کہ ان کے درمیان حلال وحرام تک کا اصولی اور علمی اختلاف موجود ہے۔ یعنی ایک فقیہ ایک چیز کو دلیل کی بنا پر حلال کہتا ہے، دوسرا اسی چیز کو دلیل کی بناء پر ہی حرام قرار دیتا ہے، کتب فقہ میں ہر صفحہ پر اس اختلاف کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اسی اختلاف کی بناء پر فقہ مالکی، فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور فقہ جعفری وجود میں آئی ہیں۔ یہ ذہن انسانی کے تنوع کی دلیل بھی ہے، اس علمی تنوع کو خوشی سے قبول کرنا قلبی وسعت کی نشانی ہے لیکن قابل غور اور لائق توجہ امر یہ ہے کہ اس علمی وفقہی اختلاف کے باوجود ان کے مابین کوئی تنازع اور تصادم نہیں ہے، ان کے مابین جملہ علمی آداب کا پاس کیا جاتا ہے اور بے حد احترام آدمیت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو دلیل شرعی کی بنا پر رائے کے اختلاف کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اپنی دلیل اور نکتہ نظر کو از حد درست اور صحیح

خیال کرنے کے باوجود اس میں غلطی ہونے کا امکان موجود سمجھتے ہیں، صحیح دلیل شرعی معلوم ہوجانے کے بعد ہٹ دھرمی کی راہ اختیار نہیں کرتے بلکہ شرح صدر کے ساتھ اپنی رائے سے رجوع بھی کرلیتے ہیں۔ یہ ان فقہائے کرام کے معتدل مزاج، وسیع النظر اور صاحب بصیرت ہونے کی دلیل ہے۔ فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م۲۰۴ھ) اکثر و بیشتر کہا کرتے تھے کہ:

رَاءُ یِی صَوَابٌ یَّحْتَمِلُ الْخَطَاءُ، وَرَاءُ ی غَیْرِیُ خَطَاءٌ یَّحْتَمِلُ الصَّوَابُ.

(تاریخ المذاہب الاسلامیہ، محمد ابوزہرہ، دارالفکر للطباعۃ والنشر ،۱/۱۸)

''میری رائے درست لیکن غلطی کا احتمال رکھتی ہے جب کہ میرے غیر کی رائے غلط لیکن درستگی کا احتمال رکھتی ہے''۔

## اعتدال پسندی کی اعلیٰ مثال

یہ فقہائے کرام قلبی طور پر اس قدر اعتدال پسند اور رواداری کے اخلاقی اصول پر عمل کرنے والے تھے کہ علم فقہ کے بانی ہونے کا عجب وغرور اور نخوت وتکبر ان کے نزدیک تک نہ پھٹکتا تھا، ان کی ردائے باطن کو میلا تک نہیں ہونے دیتا تھا۔ امام محمد ادریس الشافعی (م۲۰۴ھ) جب اپنے دادا استاد امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م۱۵۰) کے مزار پرانوار پر شہر بغداد کے محلّہ اعظمیہ میں حاضری اور دعا کے لئے گئے تو آپ نے وہاں اپنی فقہ کے مطابق نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔ جب ان کے تلامذہ نے بعد میں ان سے نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

مجھے اپنے دادا استاد کے پاس اپنی فقہ کے مطابق رفع یدین کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

(مناقب امام اعظم ابوحنیفہؒ مصنف مولانا عبدالرزاق بھترالوی ص۱۴۱۔ ناشر مکتبہ لاثانیہ لاہور)

یہ امام شافعیؒ کی اعتدال پسندی اور وسعت ظرفی کی اعلیٰ مثال ہے۔ وہ عملی طور یہ سمجھتے ہیں، اس کے باوجود کہ میں رفع یدین کرنے کے نکتہ نظر میں حق بجانب ہوں لیکن میرے اس اصولی اجتہاد میں معمولی سی خطا کا امکان موجود ہے۔ وہ امام اعظم سے دلیل کی بنیاد پر اختلاف رائے کو انا کا مسئلہ نہیں بناتے بلکہ عملی طور پر اگر اپنی رائے کے خلاف بھی دوسرے کو کبھی ترجیح دینے کا موقع آجائے تو اس پر عمل کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے ہیں۔ اس سے ان کے ایک مستقل فقہی نکتہ نظر الشافعی کے بانی ہونے اور ان کے فقہی مقام ومرتبے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

## اعتدال کا سبب

اگر معمولی سا غور کرلیا جائے تو یہ عقدہ بڑی آسانی سے سمجھ آجاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فقہی اور فروعی مسائل میں اجتہادی رائے کو خطاء کے باوجود بھی ایک صواب کا مستحق قرار دیا ہے جبکہ صحیح اور صائب رائے کو دو

اجروں کا مستحق قرار دیا ہے۔ اس سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ دین میں سوچ و بچار اور نیک نیتی سے کوشش کسی سطح پر بھی کی جائے وہ عنداللہ (اللہ کے نزدیک) اجروثواب کی مستحق ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

اِذَا اجْتَهَدَ الحَاكِمُ فَاَصابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِنْ اَخْطَاءَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ.

(صحیح مسلم کتاب الاقضیہ، باب بیان الاجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطاء، حدیث نمبر ۱۷۱۶)

''جب حاکم اجتہاد کرے اور اس میں درست نتیجے کو پہنچے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر غلطی کر جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے''۔

اس حدیث پاک کو اگر غور سے پڑھا جائے تو اس کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جن مسائل میں قرآن و سنت کی کوئی رائے صاف معلوم نہ ہو رہی ہو تو ان دو بڑے مآخذ شرعیہ کی روشنی میں مجتہدین مقاصد شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح ان کا وقت خدمت خلق میں بسر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجروثواب بھی نصیب ہوتا ہے اور طبیعت میں اعتدال قائم رہتا ہے، یہ فقہائے کرام اپنی رائے قائم کرتے ہوئے یہ بھی سوچتے ہیں کہ جس طرح میں نے اس امر شرعی میں کوشش کی ہے، اسی طرح دوسرے فقیہ نے بھی اجتہاد کیا ہے، جس کے نتیجے میں اس نے بھی ایک رائے قائم کی ہے۔ یقیناً نظر وفکر کے اس انداز سے ہٹ دھرمی کا خاتمہ ہوگا، نظر وفکر میں وسعت پیدا ہوگی، برداشت کی صفت آئے گی اور مسائل شرعیہ میں غوروخوض اور اجتہاد کی نئی راہیں بھی کھل جائیں گی۔

## بے اعتدالی زیادتی ہے

قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جو جہاد کی ایک اعلیٰ قسم ہے، اللہ کریم نے قتال جیسے غیظ وغضب کے ماحول میں بھی اخلاقی اقدار کے ملحوظ خاطر رکھنے کا یعنی دشمن پر زیادتی کرنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ اعتدال کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ اعتدال سے ہٹ جانے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ.

''اور اللہ کی راہ میں ان سے (دفاعاً) جنگ کرو جو تم پر جنگ مسلط کرتے ہیں (ہاں) مگر حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔ (البقرہ:۱۹۰)

## تبلیغ دین اور اعتدال

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دین دعوت بنایا ہے، نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت شرق وغرب کے تمام بے دینوں اور غیر مسلموں کو اس الہامی دین کو قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ دعوت قبول کرنے والوں میں ہر

انسان یعنی یہودی، نصرانی، ہندو، سکھ، مجوسی اور دہریے جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو پہنچانے کا جو طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں حکمت اور دانائی یعنی اعتدال کو قائم رکھنے کا اولین حکم فرمایا، اچھی نصیحت اور دلائل کا تذکرہ بعد میں فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. (النحل: ۱۲۵)

''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دیجئے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے بحث بھی اچھے دلائل کے ساتھ کرو''۔

## اعتدال اور صوفیائے کرام

تاریخ اسلام میں انسانیت کے جس گروہ میں سب سے زیادہ اعتدال پایا جاتا ہے وہ صوفیائے کرام ہیں کیونکہ وہ مجاہدہ نفس کے ذریعے طبیعت کے شر پسندانہ عناصر کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ علم نافع کی کوشش جاری رکھتے ہیں، اپنے سمیت سب کو علم غیر نافع کے نقصانات و حجابات سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں، طبیعتوں میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے عبادت و ریاضت میں کثرت، احترام آدمیت کے درس کے ساتھ کم خوری کو عادت ثانیہ بناتے ہیں، علمی و فقہی اختلافات کو لفظی نزاع تصور کر کے بات کو طول دینے سے احتراز کرتے ہیں، وصلِ الٰہی کے لئے ہٹ دھرمی اور تصادم و تخاصم کو حجاب سمجھتے ہیں، خواہ وہ علمی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام فقہی مسالک اور ان کا مت مسلمہ میں معمول جاری رہنا اور امت مسلمہ کا ایک متعدد حصے کا ان کی فقہ کو قبول کرنا ہی ان کے حسن نیت اور مقبول سعی کی علامت ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث یعنی غیر مقلد علماء کے مابین اس حد تک اختلافات موجود ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر، مشرک اور منافق کہنے سے بھی باز نہیں آتے جب کہ تینوں مسالک کے دعوے دار ایک خدا، ایک قرآن، ایک دین اور ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، لیکن آپس میں ملاقات کا تصور الا ماشاء اللہ ناپید ہے، ایک دوسرے کو مناظرانہ چیلنج دیئے جاتے ہیں، ان کے درمیان سلام و کلام اگر کبھی واجبی سا ہو بھی جائے مگر دل دور دور رہتے ہیں۔ اس ماحول میں گورداس پور کے شہر میں ایک دوراندیش، صوفی بزرگ حضرت الشاہ محمد سراج الحق نوراللہ مرقدہ (م۔۱۹۳۲ء) نے خود اس نفرت کے ماحول میں رہتے ہوئے ہمیشہ وسعت ظرفی کا ثبوت دیا، برصغیر کے تمام مسالک کے علمائے کرام آپؒ کی مجلس علم و ادب اور ذکر و فکر میں حاضر ہوتے اور روحانی فوائد حاصل کرتے تھے۔ وہ فریقین کے مابین محبت کی زبان سے اختلافی مسائل پر کبھی گفتگو بھی کر لیتے تھے لیکن دوران گفتگو ماحول مناظرانہ بنا نہ مجادلانہ۔

ایک نجی ملاقات میں غیر مقلد، اہل حدیث، جید عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م۔۱۳۶۸ھ) نے

الشاہ محمد سراج الحق چشتیؒ (م۔۱۹۳۲ء) سے تصرفات اولیاء پر گفتگو شروع کردی۔ ساتھ ہی جنات کے تصرف کا انکار کردیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں، انسانوں کی طرح ان میں نیک بھی ہیں اور برے بھی جو بلاوجہ انسانوں کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانی جسم میں داخل ہونے کی طاقت بخشی ہے، ان کی بہت لمبی عمریں ہوتی ہیں، آنکھ جھپکنے میں طویل سفر کرلیتے ہیں، عفریت نامی جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ نمل میں مذکور ہے۔ قرآن مجید میں ان کے نام پر ایک سورہ جن موجود ہے، قرآن مجید میں ہے کہ جنوں کے وفود آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس حاضر ہوکر قرآن مجید سیکھتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون دوڑتا ہے۔ مولانا امرتسریؒ نے ان دلائل کے باوجود آپ کی بات کو تسلیم نہ کیا، آپ مناظرانہ انداز میں گفتگو نہیں فرماتے تھے، آپ نے گفتگو ختم کی، خاموشی سے اٹھے اور گورداس پور چلے گئے۔

شاہ صاحبؒ ابھی گورداس پور پہنچے ہی تھے کہ مولانا امرتسری صاحبؒ کے صاحبزادے بغیر سیڑھی کے واسطے سے مکان کی چھت پر آنے اور جانے لگے، گھر پر شور وغوغا برپا ہوگیا، مولوی صاحب بڑے پریشان ہوگئے، اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے مگر وہ ہاتھ نہ لگانے دیتا۔ ادھر مولانا صاحبؒ حضرت خواجہ صاحبؒ کے ساتھ گفتگو کے دوران تصرفات جنات کا انکار کررہے تھے، ادھر اپنے ہی گھر میں اللہ کریم نے وہ نقشہ دکھادیا، اگر بچے میں جن داخل ہوجائے تو وہ بچہ ہوکر بھی اس قدر طاقت ور ہوجاتا ہے کہ بڑوں سے بھی قابو میں نہیں آتا، اس میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ بغیر سیڑھی کے واسطے سے بھی مکان کی چھت پر آنا جانا شروع کردیتا ہے۔ کیا ابھی بھی مولانا صاحبؒ نے جنات کے تصرف کا اقرار نہ کیا ہوگا؟ بالآخر مولانا صاحب تار گھر کی طرف بھاگے، بذریعہ تار اس معاملے کی اور اپنی گھبراہٹ کی حضرت خواجہ صاحبؒ کو اطلاع دی تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا، اسی وقت لڑکا صحیح ہوگیا۔

حضرت مولانا صاحبؒ حضرت خواجہ صاحبؒ کے بہت معتقد ہوگئے، مسلکی اختلاف کے باوجود وہ اکثر آپ سے ملاقات بھی کرتے تھے، فروعی مسائل میں اختلاف رائے کو باہمی محبت وتعلقات میں آڑ نہ بننے دیتے تھے اور وہ ہر ملاقات پر ایک سوال ضرور کرتے تھے مگر آپ جو جواب ارشاد فرماتے، اس کو بحث وتمحیص کے بغیر قبول کرتے تھے۔ آپ کی معتدل طبیعت نے مجادلانہ اور مناظرانہ انداز اختیار کئے بغیر مولانا امرتسری صاحبؒ کو ایسا مسئلہ سمجھادیا کہ پھر پوری زندگی انہوں نے اس سے انکار نہ کیا۔ اس میں دیگر علمائے کرام کے لئے بھی نصیحت کا پہلو موجود ہے کہ مناظرانہ انداز سے بات کا منوانا مشکل ہے لیکن بہترین تدبیر، عمدہ حکمت عملی اور باہمی ملاقات سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں۔

(ملخص شمیم ولایت، ص۶۰۲۔ مصنف ابومظہر اصغر علی چشتی، ناشر بزم چشتیہ لاہور)

## عدم اعتدال کے نقصانات و نتائج

بے اعتدالی نے عصر حاضر میں فرقہ واریت کا جو طوفان بدتمیزی بپا کیا ہے، اس نے باہمی نفرتوں کو جنم دیا ہے، باہمی محبتوں کا جنازہ نکال دیا ہے، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہر شخص اپنے مسلکی مخالف پر سنگ باری کرنا اپنا فرض منصبی سمجھ رہا ہے، خواہ وہ لفظوں سے ہو یا پتھروں سے، ڈنڈے سے ہو یا گولی سے۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سقوط بغداد اور زوال امت مسلمہ کی دیگر وجوہات میں سے ایک وجہ شیعہ سنی فسادات بھی تھے، اس سے معلوم ہوا انتشار و افتراق اقوام کو ریت کی دیوار کی طرح گرادیتا ہے، جو قوم منفی سوچ اور خود پسندی کی دلدل میں پھنس جائے، وہ ہیچو مادیگرے نیست کی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے، جس کے بڑے بھیانک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ قومی معیشت زوال پذیر ہوجاتی ہے، اخلاقی اقدار معاشرے سے عنقا ہوجاتی ہیں، مجموعی حیثیت سے قوم انحطاط کا شکار ہوجاتی ہے، ہر شعبہ زندگی اس سے متاثر ہوتا ہے، قوم کا قیمتی سرمایہ یعنی وقت ضائع ہوتا ہے پھر قوم کو جانی و مالی نقصان سے کوئی بچا نہیں سکتا، معاشرتی امن و امان تباہ ہوجاتا ہے۔ ہر طرف جنگل کا قانون نظر آتا ہے، اصولوں کی کوئی پاسداری نہیں ہوتی۔ عدم اعتدالی کے نقصانات کا اگر دیانت داری سے تجزیہ کیا جائے تو ہر گلی اور محلّہ جنگ کا نقشہ پیش کرے گا، ہر طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

## بے اعتدالی سے حفاظت کیسے؟

بے اعتدالی کے نقصانات سے محفوظ رہنے کے لئے درج ذیل سطور میں چند قابل عمل تجاویز پیش کی جارہی ہیں، جن پر پُرخلوص طریقے سے عمل کرنے سے ہم بہت بڑے خطرات سے بچ سکتے ہیں۔

- ☆ ہر سطح پر تعلیم کو عام کیا جائے۔
- ☆ انسانی شعور کو بیدار کیا جائے۔
- ☆ اپنے اندر حوصلہ اور برداشت کی اخلاقی صفات پیدا کی جائیں۔
- ☆ صرف مسلکی بنیاد پر کافر ومشرک کہنے کی مذمت کی جائے۔
- ☆ ہر دوسرے شخص میں اچھی صفات تلاش کی جائیں۔
- ☆ فرقہ ورایت پیدا کرنے والے لٹریچر پر پابندی لگائی جائے۔
- ☆ تبلیغی و اصلاحی پروگراموں کے لئے اندرونی سپیکر استعمال کئے جائیں۔
- ☆ جملہ مشاہیر اسلام پر طعن و تشنیع کی زبان بند کی جائے۔
- ☆ حکومت وقت در پردہ یا کھلم کھلا کسی مسلک کی سپورٹ نہ کرے۔
- ☆ وعظ و بیان کے لئے مشترکہ اخلاقی عنوانات کو تجویز کیا جائے۔

☆ تمام مسالک اصلاح معاشرہ کے لئے مثبت کردار ادا کریں۔

☆ اپنی ذات سے ہر اچھے کام کا آغاز کردیا جائے۔

## خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید نے اعتدال کو نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ کافروں کے باطل خداؤں یعنی بتوں کو گالیاں دینے سے بھی منع کیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ راہ اعتدال سے ہٹ کر اور ضد میں آکر مسلمانوں کے سچے واحد خدا کو ہی برا بھلا نہ کہنا شروع کردیں۔

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ. (الانعام، ٦: ١٠٨)

’’اور اللہ کے سوا جن کی یہ پرستش کرتے ہیں تم انہیں برا بھلا نہ کہو (ایسا نہ ہو کہ) وہ بھی اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے برا بھلا کہنے لگیں‘‘۔

نبی کریم ﷺ نے علم و عمل اور عبادت و ریاضت کے ہر شعبے میں ہمیشہ اعتدال کی راہ اختیار کی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی نبی اقدس ﷺ کے اعمال و افعال اور اقوال و گفتار سے اعتدال کو نہ صرف پسند کیا بلکہ عمل کرکے دائمی سرخروئی حاصل کی ہے۔ فقہائے کرام نے دلیل کی بنیاد پر باہمی اختلاف کے باوجود اعتدال کی اخلاقی صفت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا، بلکہ ہر ممکن اس پر عمل کیا ہے۔

صالحین و عابدین نے بھی علمی و عملی اور معاشی و معاشرتی زندگی میں، میانہ روی، اخلاقی اقدار، رواداری، برداشت اور اعتدال کے راستے پر عمل کیا ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ جملہ شعبہ ہائے زندگی میں ہر شخص کے لئے اس پر عمل کرنے میں ہی عافیت اور سلامتی ہے، قوم و ملک سے لے کر خاندان کے ہر فرد کے نظم وضبط تک ہر چیز کو سلیقے سے چلانے اور برقرار رکھنے کے لئے یہ لازمی امر ہے۔ تجارتی اور معاشرتی معاملات کو خوبصورتی سے نپٹانے کے لئے اعتدال ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر جگہ پر اس کی افادیت سے سر مو انکار و انحراف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ الغرض نظم کائنات کو صحیح رکھنے کا واحد ذریعہ اعتدال ہے۔☆☆☆☆☆

## خوشخبری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کے یوم پیدائش کے پرمسرت موقع پر ہم آپ کے لئے گھر بیٹھے آن لائن ’’آئیں دین سیکھیں کورس‘‘ کا اجراء 19 فروری سے کررہے ہیں جس میں قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا، علم فقہ، حدیث اور ترجمہ اور تفسیر بھی کروائی جائے گی۔ جس کے لئے اندرون اور بیرون ملک سے طلبہ اور طالبات کو جو قرآن اور اس کے متعلقات سے لگاؤ رکھتے ہیں، دعوت عام دی جاتی ہے کہ وہ اس کلاس میں ضرور داخلہ لیں۔ رابطہ نمبر: 0305-4547289، dr.nazia41@yahoo.com

# سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی اور ہماری نوجوان نسل

سید محمد عابد

بچوں کو جو کچھ شروع سے سمجھایا جاتا ہے اور جو کچھ وہ دیکھتے ہیں وہ بھی ویسا ہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر انسان مستقبل میں بچپن اور جوانی کے اثرات اور تجربات سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اگر بچوں کو بچپن سے ہی سائنس وٹیکنالوجی کے ماحول میں رکھا جائے جہاں وہ روزانہ سائنسی تجربات سے ہمکنار ہوں تو وہ ان چیزوں میں دلچسپی لیں گے اور اس طرح بچوں میں سائنس کا شعور پیدا ہوگا۔ ان بچوں کی تربیت ایسے ماحول میں کی جائے جہاں ان کا جوش وجذبہ سائنس وٹیکنالوجی سے وابستہ ہوتو ملک میں تقریباً ہر دو سے چار دن میں ایک نئی ایجاد سامنے آئے گی۔

سائنس کو اردو میں علم کہتے ہیں اور علم کا مطلب ہوتا ہے جاننا یا آگہی حاصل کرنا، اپنے اردگرد کے ماحول کا مشاہدہ کرنا، مختلف قدرتی چیزوں کے بارے میں سوچنا اور پھر اس پر تجربہ کرنے والے کو سائنسدان کہتے ہیں یعنی سائنسدان وہ ہوتا ہے جو مشاہدہ کرتا ہے اور سوچ کر کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ یہ سب کچھ بچے تو بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں اور آج کل کے بچے تو دیکھتے ہی دیکھتے بڑی بڑی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ بچوں میں سائنس وٹیکنالوجی کا شعور بیدار کر کے ہم متعدد ایجادات کو حاصل کر سکتے ہیں۔

اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ علم انسان کا زیور ہے اور یہ انسان کو سنوارتی ہے۔ تو اس تعلیم کو ہم سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر تعلیمی اداروں میں ہفتے کے دوران کسی ایک دن ایک آدھ گھنٹہ سائنسی تجربات میں لگایا جائے یا پھر سال میں ایک دن سائنسی تجربات کے لئے وقف کر دیا جائے۔ اس دن اساتذہ بچوں کو سائنس وٹیکنالوجی سے متعلق اہم معلومات فراہم کریں اور بچوں کو نئی نئی چیزیں بنانے کا موقع دیں۔ اس کے علاوہ سال بھر میں سائنس سے متعلق بچوں کے مختلف شوز بھی منعقد کئے جائیں۔

پاکستان میں ذہانت کی کمی نہیں ہے اور اس بات کو پاکستان کے ڈیرہ اسماعیل خان سے تعلق رکھنے والا چودہ سالہ بابر اقبال ثابت کر چکا ہے ۔اس کم عمر لڑکے نے اپنی چھوٹی سی عمر میں بھی انفورمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے میں چار ورلڈ ریکارڈ قائم کئے ۔ بابر اقبال نے پہلا ورلڈ ریکارڈ نو سال کی عمر میں قائم کیا۔اتنی کم عمری میں چار ورلڈ ریکارڈ حاصل کرنے کی وجہ سے مائیکر وسوفٹ نے بابر اقبال کو امریکہ میں مفت تعلیم کے لئے منتخب کیا۔جس طرح جاوید اقبال نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا میں اپنی کم عمری کے باوجود چار ورلڈ ریکارڈ قائم کیئے ، بالکل اسی طرح کل کوئی اور بچہ سائنسی ایجاد بھی کرسکتا ہے ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کو تعلیمی اداروں کی سطح پر فروغ دیا جائے ۔غیر سرکاری اسکولز ہر ہفتے کوئی نہ کوئی دن مثلاً رنگوں کا دن، ماں کا دن، باپ کا دن، پھولوں کا دن، خوراک کا دن اور دیگر ایام مناتے ہیں جو کہ بچوں کو معلومات فراہم کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ ہم بالکل اسی طرح ایک دن سائنس وٹیکنالوجی کے نام پر منا سکتے ہیں۔ ویسے تو یونیسکو کے کہنے پر ہر سال دنیا بھر میں 10 نومبر کو ورلڈ سائنس ڈے منایا ہی جاتا ہے مگر ملکی سطح پر بھی تعلیمی اداروں میں سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے ایک دن وقف کرنا بہترین اقدام ہوگا۔

ملک میں پاکستان سائنس فاؤنڈیشن (پی ایس ایف ) سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے کام کر رہا ہے ۔ پی ایس ایف ملک بھر میں پانچ سائنس سینٹرز قائم کر رہا ہے جو کہ سائنس کی ترقی کے لئے کام کریں گے ۔ ان سینٹرز کی تعمیر تین سال کے عرصے میں دو سو ستاون اعشاریہ بہتر چار ملین لاگت سے مکمل ہو گی۔ ان پانچ سائنس سینٹرز میں سے دو صوبہ بلوچستان جبکہ باقی دیگر صوبوں میں تعمیر کئے جائیں گے ۔اس کے علاوہ پی ایس ایف تین سال کی ہی مدت میں ملک بھر کے 100 اسکولوں میں پچاسی اعشاریہ ترانوے نو ملین کی لاگت سے سائنس کلب تعمیر کرنے کا بھی ارادہ رکھتا ہے ۔پی ایس ایف کے تعاون سے پی ایس ایف کے علاوہ نیشنل اکیڈمی آف ینگ سائنٹسٹ، پاکستان سائنس کلب اور دیگر ادارے بھی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں۔یہ بات جان کر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں سائنس ڈے ہر سال دھوم دھام سے منایا جاتا ہے مگر ہمارے ملک میں گزشتہ سال مالی و دیگر وجوہات کی بنا پر سائنس ڈے ہی نہیں منایا گیا۔ ہم سائنس و ٹیکنالوجی کے فروغ کی بات تو کر رہے ہیں مگر سال میں آنے والے سائنس کے عالمی دن کو ہی نہیں مناتے ۔ حکومت پاکستان کو سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے متعدد انتظامات کرنے کی ضرورت ہے ۔

☆☆☆☆☆

# آیئے قرآن سیکھیں

حافظ محمد سعید رضا بغدادی

## عرفان القرآن کورس

## درس نمبر 53 آیت نمبر۱۱۳ تا ۱۱۴ (سورۃ البقرہ)

## تجوید

### صفاتِ حروف کا بیان

سوال: صفت سے کیا مراد ہے؟

جواب: صفت کسی حرف کی ''ذاتی کیفیت یا حالت'' کو کہتے ہیں جو اس کی ادائیگی کے وقت اس حرف میں پائی جائے۔

سوال: صفات کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: صفات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صفاتِ لازمہ ۲۔ صفاتِ عارضہ

سوال: صفاتِ لازمہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی صفات جو حرف کے لئے ہر وقت ضروری ہوں اور ان کے بغیر حرف صحیح طور پر ادا ہی نہ ہو سکے، انہیں صفاتِ لازمہ کہتے ہیں۔ جیسے: ''ط'' میں صفتِ قلقلہ ادا نہ ہو تو ''ط'' ادا ہی نہیں ہوگا۔

سوال: صفاتِ عارضہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی صفات جو حرف کے لئے کبھی ہوں اور کبھی نہ ہوں ان کے بغیر حرف تو ادا ہو جاتا ہے لیکن اس کی خوبصورتی اور حسن باقی نہیں رہتا۔ صفاتِ عارضہ کہلاتی ہیں۔ جیسے: ''ر'' اگر مکسور ہو تو ''باریک'' اور اگر مفتوح و مضموم ہو تو ''پُر'' پڑھی جائے گی۔ مثلاً: رَبُّهُمْ، يَقْدِرُ، مِنْ شَرِّ

سوال: صفاتِ لازمہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: صفاتِ لازمہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ صفاتِ متضادہ ۲۔ صفاتِ غیر متضادہ

## ترجمہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ

| متن | وَ | قَالَتِ | الْيَهُوْدُ | لَيْسَتِ | النَّصٰرٰی | عَلٰی | شَیْءٍ | وَ | قَالَتِ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | اور | کہتے ہیں | یہود | نہیں | نصرانی | پر | کسی شئے | اور | کہتے ہیں |
| عرفان القرآن | اور یہود کہتے ہیں کہ نصرانیوں کی بنیاد کسی شئے پر نہیں اور کہتے ہیں | | | | | | | | |

النَّصٰرٰی لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ

| متن | النَّصٰرٰی | لَيْسَتِ | الْيَهُوْدُ | عَلٰی | شَیْءٍ | وَ هُمْ | يَتْلُوْنَ | الْكِتَابَ | كَذٰلِكَ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | نصرانی | نہیں ہیں | یہود | پر | کسی شئے | اور وہ | تلاوت کرتے ہیں | کتاب کی | اسی طرح |
| عرفان القرآن | نصرانی کہ یہودیوں کی بنیاد کسی شئے پر نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں' اسی طرح | | | | | | | | |

قَالَ الَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ

| متن | قَالَ | الَّذِيْنَ | لاَ | يَعْلَمُوْنَ | مِثْلَ | قَوْلِ | هِمْ | فَ | اللّٰهُ | يَحْكُمُ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | کہا | انہوں نے | نہیں | علم رکھتے | مانند | بات | انکی | پس | اللہ | فیصلہ کریگا |
| عرفان القرآن | وہ (مشرک) لوگ جن کے پاس علم ہی نہیں' وہ بھی انہیں جیسی بات کرتے ہیں' پس اللہ فیصلہ فرمادیگا | | | | | | | | | |

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَO

| متن | بَيْنَ | هُمْ | يَوْمَ | الْقِيَامَةِ | فِی | مَا | كَانُوْا | فِيْهِ | يَخْتَلِفُوْنَ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | درمیان | انکے | دن | قیامت کے | میں | اس چیز | یہ ہیں | جس میں | اختلاف کرتے |
| عرفان القرآن | ان کے درمیان قیامت کے دن اس معاملے میں (خود ہی) جس میں وہ اختلاف کرتے رہتے ہیں | | | | | | | | |

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ

| متن | وَ | مَنْ | أَظْلَمُ | مِنْ | مَّنْ | مَنَعَ | مَسَاجِدَ | اللّٰهِ | اَنْ | يُّذْكَرَ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | اور | کون | ظالم ہوگا | سے | اس آدمی جو | روکے | مسجدوں میں | اللہ کی | کہ | ذکر کیا جائے |
| عرفان القرآن | اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں ذکر کئے جانے سے روک دے | | | | | | | | | |

فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِی خَرَابِهَاط أُوْلٰئِکَ مَاکَانَ لَهُمْ

| متن | فِيْهَا | اسْمُهٗ | وَ | سَعٰی | فِی | خَرَابِهَا | أُوْلٰئِکَ | مَا | کَانَ | لَهُمْ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | ان میں | اسکا نام | اور | کوشش کرے | میں | انکی ویرانی | یہی لوگ ہیں | نہیں | ہے | ان کیلئے |
| عرفان القرآن | اس کے نام کا، اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے ان کو تو یہ چاہیئے تھا کہ | | | | | | | | | |

أَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِی الدُّنْيَا خِزْیٌ وَّ

| متن | أَنْ | يَّدْخُلُوْ | هَا | اِلَّا | خَآئِفِيْنَ | لَهُمْ | فِی | الدُّنْيَا | خِزْیٌ | وَ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | یہ کہ | داخل ہوں | ان میں | مگر | ڈرتے ہوئے | ان کیلئے | میں | دنیا | رسوائی ہے | اور |
| عرفان القرآن | مسجدوں میں (اللہ سے) ڈرتے ہوئے داخل ہوتے، ان کے لئے دنیا میں (بھی) ذلت ہے اور | | | | | | | | | |

لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌO

| متن | لَهُمْ | فِی | الْاٰخِرَةِ | عَذَابٌ | عَظِيْمٌ |
|---|---|---|---|---|---|
| لفظی ترجمہ | ان کیلئے | میں | آخرت | عذاب ہے | بڑا |
| عرفان القرآن | ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔ | | | | |

## تفسیر

### ربط وشان نزول

ان آیات میں یہود کے چھتیسویں معاملہ کا ذکر ہے اور اس برائی میں نصاریٰ اور مشرکین عرب بھی شریک ہیں۔ابن ابی حاتمؒ نے بطریق عکرمہ یا سعید تخریج کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ یہود ونصاریٰ آپ ﷺ کی مجلس مبارکہ میں حاضر ہوئے اور مذہبی مباحثہ ومناظرہ کرنے لگے۔ رافع بن خزیمہؓ نے یہود کی طرف سے دین نصاریٰ کا رد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا رد کیا اور انجیل کے آسمانی کتاب ہونے کا انکار کیا، اسی طرح نصاریٰ نے مذہب یہود کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اور تورات کے کتاب اللہ ہونے کا بطلان کیا۔حق تعالیٰ نے اسی مذہبی تعصب کو نقل کر کے رد فرمایا ہے۔

### مشائخ علماء کے لیے نکتۂ فکر

جو مشائخ اور علماء اپنے طریقوں پر اس درجہ مگن اور پھولے ہوئے ہیں کہ دوسرے اہل حق کی تنقیص وتحقیر سے بھی نہیں شرماتے وہ اس آئینہ میں اپنا عکس ملاحظہ فرمائیں۔(تفسیر جلالین)

۱۔ یہود ونصاریٰ کا ایک دوسرے کی تنقیص اور تحقیر کرنا۔

فائدہ: مسلمانوں کے مابین فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلافات میں یہ رجحان کہ دوسرے مسلک کے لوگوں کو کلیتًا کافر

ومشرک اور بدعتی وجہنمی قرار دینا اور بلا امتیاز مخالف علماء اور ان کے پیروکاروں کو " لا شیء" اور " لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ" کے فتووں سے نوازنا صحیح نہیں ہے یہ وطیرہ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے۔قرآن مجید نے اس کی مذمت کی ہے ۔ہر فرد کے عقیدہ وعمل کی مناسبت سے الگ حکم ہونا چاہیے۔

۲۔ ایک دوسرے پر اپنی فضیلت جتانے والوں کا صحیح فیصلہ قیامت کے روز ہوگا۔

## وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ... الخ

۱۔ مساجد میں ذکر الٰہی سے روکنے والے دراصل مساجد کی بربادی اور ویرانی کا باعث بنتے ہیں۔

۲۔مساجد میں بے باکی اور ایک دوسرے پر زیادتی کی جسارت سخت بے ادبی اور ظلم ہے۔

۳۔ مساجد کی بے حرمتی کی سزا۔

مساجد کی بے ادبی و بے حرمتی اور ویرانی کا باعث بننے والے دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔ (تفسیر منہاج القرآن)

## حدیث

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللهِ! مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے؟ اللہ کی قسم! مجھ سے تمہارے (دلوں کی حالت اور ان کا) خشوع وخضوع پوشیدہ ہے نہ تمہارے (ظاہری حالت کے) میں رکوع، میں تمہیں اپنی پشت پیچھے سے بھی (اسی طرح) دیکھتا ہوں (جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں)۔''

☆☆☆☆☆

# منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

## چیچہ وطنی

مورخہ 17 فروری کو ویمن لیگ چیچہ وطنی نے محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ جس میں علاقہ بھر سے سینکڑوں خواتین نے شرکت کی۔ نقابت کے فرائض محترمہ اقراء نے سرانجام دیئے۔ محفل کا باقاعدہ آغاز تلاوت سے ہوا اور حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں مدح سرائی کی گئی۔ MWL کی رہنما محترمہ سدرہ کرامت نے خطاب کیا اور خواتین کو بیداری شعور کا پیغام دیتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے جہالت کے اندھیرے چھٹ گئے۔ انسانیت کو ہدایت و رہنمائی کی روشنی نصیب ہوئی۔ انسانیت کو عزت و مرتبہ عطا کیا گیا اور حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں مثالی اسلامی ریاست قائم کرکے قیامت تک کے لئے انسانیت کو رہنمائی فراہم کردی۔

امت مسلمہ کا زوال عروج میں فقط اسی صورت میں بدل سکتا ہے۔ جب ہم حضور ﷺ سے اپنا رشتہ محبت استوار کریں اور ان کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے معاشرے سے ظلم، ناانصافی، جھوٹ، بددیانتی، لوٹ مار اور استحصال کا خاتمہ کر ڈالیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ملتان آمد پر چیچہ وطنی کی خواتین نے بھرپور جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا اور سپورٹس گراؤنڈ ملتان میں علاقہ بھر سے بھرپور شرکت کی یقین دہانی کروائی۔ دعا پر اختتام ہوا۔

## ویمن لیگ کے ورکرز

مورخہ 22 فروری کو ملتان سپورٹس گراؤنڈ میں عظیم الشان عوامی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین نے شرکت کی اور ملک وقوم کے لئے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور حضور شیخ الاسلام کی سربراہی و قیادت میں پاکستان میں عوام کے حقوق کی بحالی کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کا عزم صمیم کیا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی کارکنان محترمہ سدرہ کرامت علی، محترمہ شاکرہ چوہدری اور محترمہ افنان بابر نے بطور نگران ملتان اور جنوبی پنجاب کی ذمہ داری سنبھالی۔ محترمہ سدرہ کرامت اور محترمہ افنان بابر نے مورخہ 10 فروری سے فیلڈ ورک کا آغاز کیا اور 10 فروری کو تحصیل بہاولپور میں ایک عظیم الشان محفل میلاد کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں 2000 خواتین نے شرکت کی۔ محترمہ سدرہ کرامت نے خواتین کو بیداری شعور کو پیغام دیا اور جلسے میں بھرپور شرکت کی دعوت دی۔

ملتان آرٹس کونسل میں 10 فروری کو عظیم الشان محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں محترمہ افنان بابر نے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے موضوع پر خطاب کیا اور پاکستان میں نظام مصطفوی کے نفاذ کے لئے خواتین کو اپنا کردار ادا کرنے کے لئے Motivate کیا اور ملتان میں شیخ الاسلام کی آمد کے مقاصد بتائے اور جلسے میں شرکت کے لئے دعوت دی۔

محترمہ سدرہ کرامت نے چیچہ وطنی، کسووال اور خانیوال کی ویمن لیگ کی کارکنان سے عوامی جلسے کے حوالے سے میٹنگ کی اور ٹارگٹس اور ذرائع دعوت واضح کئے۔ محترمہ افنان بابر نے دنیا پور، جہانیاں، لودھراں اور ملتان کی ویمن لیگ کارکنان کے ساتھ میٹنگ کی اور عوامی جلسے میں عوام الناس کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے Motivation دی۔ مورخہ 14 فروری سے محترمہ سدرہ کرامت اور محترمہ افنان نے جنوبی پنجاب کے ڈی جی خان ڈویژن اور بہاولپور ڈویژن کے وزٹس کا آغاز کیا اور بہاولپور، رحیم یار خان، خانپور، ڈی جی خان، جام پور، داجل، فاضل پور، لیہ، چوک اعظم، چوبارہ، فتح پور کی ویمن لیگ کارکنان سے ملاقات کی۔ شیخ الاسلام کی ملتان آمد کے مقاصد اور جلسہ عام میں خواتین کی بھرپور شرکت کے حوالے سے بریف کیا۔ جس پر تمام کارکنان نے اپنے عظیم قائد کی ملتان آمد پر بھرپور جوش و جذبہ کا اظہار کیا اور عزم مصمم کیا کہ اپنے عظیم قائد کی سربراہی میں ملک پاکستان سے ظلم، ناانصافی، کرپشن اور حقوق کے استحصال کے خاتمہ کے لئے اپنے جسم میں لہو کے آخری قطرے کی موجودگی تک لڑیں گی اور ملک میں امن و محبت، عدل و انصاف، اعتدال اور بھائی چارے کے قیام کے لئے بھرپور کردار ادا کریں گی اور ملتان جلسے میں خواتین کی بھرپور شرکت کو یقینی بنائیں گی۔

بعد ازاں ملتان میں ڈور ٹو ڈور مہم کا آغاز کیا گیا جس کی نگرانی محترمہ سدرہ کرامت اور محترمہ ہما اسماعیل نے کی۔ جس کے تحت ملتان شہر میں ویمن لیگ ملتان کی ذمہ داران نے گھر گھر جا کر خواتین کو جلسے کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملتان میں کارنر میٹنگز، محافل میلاد اور ویڈیو پوائنٹس کی نگرانی محترمہ افنان بابر اور محترمہ مدیحہ نے کی جس میں خواتین کو ملک پاکستان کے حالات کو درست کرنے کے بارے میں آگاہ کیا گیا اور بیداری شعور کا پیغام دیا گیا۔ ان تمام Activities میں ملتان ٹیم کے علاوہ تمام تحصیلات کی ٹیم نے بھرپور محنت کی۔ اپنے عظیم قائد کے پیغام کو گھر گھر پہنچایا اور اس کے نتیجے میں 22 فروری کے جلسہ عام میں جنوبی پنجاب کی ہزاروں خواتین نے بھرپور شرکت کی۔ شیخ الاسلام کا پیغام سنا اور عزم کیا کہ شیخ الاسلام کی قیادت میں مصطفوی انقلاب کے لئے اپنا تن، من دھن لٹانے سے بھی گریز نہیں کریں گی۔

## محفل میلاد۔ بہاولپور

مورخہ 10 فروری کو بہاولپور میں عظیم الشان محفل میلاد کا اہتمام کیا گیا جس کا انعقاد پنجاب کالج

بہاولپور کی گراؤنڈ میں ہوا اور علاقہ بھر سے تقریباً 1500 خواتین نے شرکت کی۔ نقابت کے فرائض محترمہ ام کلثوم ناظمہ MWL بہاولپور نے ادا کئے۔ تلاوت کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے گئے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی کارکن محترمہ سدرہ کرامت نے خصوصی شرکت کی۔ مختلف مسالک اور طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والی خواتین نے اس موقع پر حضور ﷺ سے محبت اور آپ کی اتباع و پیروی کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

بعد ازاں محترمہ سدرہ کرامت نے اپنے خصوصی خطاب میں حضور ﷺ بطور رحمۃ للعالمین کے موضوع پر خطاب کیا اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے پیغام کو خواتین تک پہنچایا کہ حضور ﷺ جو دین لے کر آئے وہ دین رحمت ہے جو محبت، بھائی چارے، امن، اعتدال، عدل و انصاف، رواداری اور مساوات کا پیغام دیتا ہے جبکہ ہمارا آج کا معاشرہ ان تعلیمات کے برعکس تصویر پیش کررہا ہے۔ لہذا ہمیں معاشرے میں اجتماعی اصلاح کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ جیسا تاریخ اسلام میں صحابیات و ازواج مطہرات نے ادا کیا اور جس کے قیام کے لئے آج کے دور میں اس صدی کی تجدیدی تحریک کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جدوجہد کررہے ہیں اور عوام کے حقوق کی بحالی کی پرامن کاوشوں میں دن رات مصروف عمل ہیں۔ لہذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی قیادت میں ان پرامن کاوشوں میں شریک ہوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں۔ آخر میں انہوں نے خواتین کو شیخ الاسلام کی ملتان آمد کے بارے میں آگاہ کیا اور جلسے میں شرکت کی بھرپور دعوت دی۔ جسے تمام مسالک سے تعلق رکھنے والی خواتین نے بخوشی قبول کیا۔

## فیصل آباد

مرکزی نگران محترمہ ساجدہ صادق نائب ناظمہ ویمن لیگ نے جلسہ فیصل آباد کی تیاریوں کے سلسلہ میں مورخہ 6 فروری سے مورخہ 10 فروری کو فیصل آباد ڈویژن کے تمام اضلاع کا تفصیلاً دورہ کیا۔ ورکرز کنونشن کے ذریعے کارکنان کو جلسہ کے ٹارگٹس دیئے گئے اور ٹارگٹس کے حصول کے لئے مختلف پروجیکٹس اور پروگرامز، کارنر میٹنگ اور Door to Door مہم کے طریقہ کار کو استعمال کرنے کا کہا گیا۔ مورخہ 17 فروری کو دھوبی گھاٹ گراؤنڈ میں جلسہ میں ہزاروں خواتین نے شرکت کی۔ جلسہ کے آغاز میں تلاوت اور نعت کے بعد مختلف ترانے لگا کر عوام الناس کے جوش کو بڑھایا گیا۔ انقلابی قائد شیخ الاسلام کا پرجوش استقبال ہوا اس موقع پر جامعہ نوریہ رضویہ کے طالب علموں نے یونیفارم میں سلامی پیش کی اور چھوٹی بچیوں نے ہرے اور سفید کپڑوں میں پھولوں سے استقبال کیا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے اپنے خطاب میں عوام الناس کو ان کے آئینی اور قانونی حقوق

آرٹیکلز نمبر 38 کے بارے میں آگاہ کیا اور اس ظالمانہ نظام میں اگر کوئی تبدیلی آئی تو انتخاب میں حصہ لیا جائے گا اور اگر تبدیلی نہ آئی تو انقلاب کے لئے تیار ہونا ہوگا۔

# دورہ جات ضلع بھکر و اوکاڑہ

مورخہ 20 فروری کو مرکزی نائب ناظمہ محترمہ ساجدہ صادق نے جلسہ ملتان کے سلسلہ میں ضلع اوکاڑہ اور ضلع بھکر کی تمام تحصیلات کا وزٹ کیا۔ ویمن لیگ کی کارکنان کو بھرپور Motivation دے کر ملتان کے جلسہ کے لئے تیاری کرنے کا کہا گیا اور خواتین کی کثیر تعداد کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے تنظیمات کو ٹارگٹس بھی دیئے گئے۔

# منہاج کالج برائے خواتین

رپورٹ: صوفیہ ہاشمی

مورخہ 9 فروری 2013ء بروز ہفتہ منہاج کالج برائے خواتین میں بزم منہاج کے زیر اہتمام عظیم الشان سالانہ محفل پاک کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی لخت جگر محترمہ باجی قرۃ العین فاطمہ اور محترمہ فضہ باجی، محترمہ درہ باجی اور ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن کی والدہ محترمہ نے خصوصی شرکت کی۔ محفل پاک کا باقاعدہ آغاز کلام ربانی اور نعت رسول مقبول سے ہوا۔ محفل کے اختتام پر محترمہ باجی قرۃ العین فاطمہ صاحبہ نے طالبات سے شیخ الاسلام کا آج دنیا میں اور آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں جو روحانی مقام و مرتبہ ہے اس پر خصوصی گفتگو فرمائی۔ آخر میں آپ نے نعت پڑھنے والی اور لانگ مارچ پر جانے والی تمام طالبات کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ محفل کا اختتام محترمہ قرۃ العین باجی کی دعا پر ہوا۔

## 19 فروری قائد ڈے

مورخہ 19 فروری 2013ء بروز منگل منہاج کالج برائے خواتین میں قائد ڈے کے موقع پر بزم منہاج اور طالبات کی طرف سے 162 پاؤنڈ کیک کا اہتمام کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو اللہ پاک مزید درازی عمر عطا فرمائے اور وہ اپنے کارکنان کے درمیان زندہ و جاوید رہیں۔ اس تقریب میں باجی جان قرۃ العین فاطمہ اور باجی جان فضہ نے خصوصی شرکت کی۔ اس تقریب کا اختتام باجی جان کے کیک کاٹنے اور تحریک منہاج القرآن اور بانی تحریک منہاج القرآن اور طالبات کے لئے خصوصی دعا پر ہوا۔

# اٹلی کی خواتین کی عوامی استقبال اور لانگ مارچ میں شرکت

پاکستان میں تبدیلی کے خواہاں صرف اور صرف پاکستانی ہی ہیں بلکہ پاکستان سے وابستہ دوسرے لوگ جو کسی دوسرے ملک کے باسی ہو چکے ہیں لیکن ان کے دل ابھی بھی پاکستانیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ وہ بھی ملک پاکستان میں انقلاب کی امید لے کر مورخہ 4 دسمبر کو اٹلی سے تشریف لائے۔ جس میں خصوصی شرکت محترمہ مسز محمد علی بھاگت، محترمہ نائلہ اشفاق، محترمہ کرن ارشاد، محترمہ عائشہ علی، محترمہ حفصہ علی، نصرت پروین، محترمہ بینظیر، سندس اور گلزار، اقراء نے کی۔ انہوں نے نہ صرف عوامی استقبال میں شرکت کی بلکہ عوامی دھرنے میں بھی شرکت کر کے یہ ثابت کردیا کہ وہ کسی طور پر پاکستانیوں سے علیحدہ نہیں ہیں۔

# تنظیم نو۔ منڈی بہاؤالدین

گذشتہ ماہ سیدہ صفیہ بیگم کے گھر نئی تنظیم سازی کی گئی جس میں خصوصی شرکت نائب صدر منہاج القرآن ویمن لیگ اٹلی مسز محمد علی بھاگت نے فرمائی۔ اجلاس کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اس کے بعد نعت رسول مقبول پڑھی گئی۔ جس کا شرف حافظہ ام کلثوم نے حاصل کیا۔ اس کے بعد نئی تنظیم سازی کی گئی جس میں ممبران کو عہدے دیئے گئے۔ جس میں ویمن لیگ کی صدر اول سیدہ صفیہ بیگم، نائب صدر دوم حافظہ ام کلثوم اور نائب صدر سوم ہیلتھ ورکر محترمہ رضیہ بیگم کو بنایا گیا۔ ویمن لیگ کی ناظمہ اول مسز نصرت فیض اور نائب ناظمہ دوم عتیقہ کنول ناظمہ نشر و اشاعت محترمہ سدرہ عباس ناظمہ دعوت و تربیت محترمہ نادیہ کو بنایا گیا۔ اس کے بعد اجلاس میں سسٹر لیگ کا قیام بھی عمل میں آیا۔ سسٹر لیگ کی ناظمہ اول مسز شبانہ نوید نائب ناظمہ دوم محترمہ ماریہ عندلیب کو منتخب کیا گیا۔ سسٹر لیگ کی ممبران میں جو اراکین شامل ہوئیں ان میں فروا خالد، مہوش قادر، سحرش قادر، عتیقہ کنول، روبینہ کوثر، شہر بانو، فرخ حناء، زونیرہ شبیر، آمنہ احسن، آمنہ بشیر، مریم بشیر، ہادیہ فیض، سمعیہ فیض، صائمہ اعجاز، رافعہ قمر، حفصہ، رخشندہ نورین، کلثوم نذیر، انشاء ظفر، ام فروہ ہیں۔ اس کے بعد تنظیم نو کے اجلاس میں کچھ ایگزیکٹو ممبر بھی چنی گئیں جن میں فرزانہ احسن، رسولاں بی بی، زاہرہ بتول، شمسہ کنول، عفت بتول، رخسانہ بیگم اور محترمہ بشریٰ بیگم، صغراں بی بی، کلثوم بی بی اور کنیز بی بی نے شرکت کی۔

اس تنظیم نو میں شامل تمام شرکاء نے شیخ الاسلام کے مشن مصطفوی سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ وہ مکمل ذمہ داری اور ایمانداری کے ساتھ بھرپور ساتھ دیں گی اور اس مشن کو آگے تک لے کر جائیں گی۔

☆☆☆☆☆

# عوامی انقلاب مارچ و جلسہ ہائے عام

## گوجرانوالہ

پاکستان عوامی تحریک گوجرانوالہ کے زیراہتمام غریب دشمن نظام کے خلاف عوامی انقلاب مارچ و جلسہ عام گلشن اقبال گراونڈ گوجرانوالہ میں 15 فروری 2013ء کو منعقد ہوا۔ جس سے شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے خصوصی خطاب کیا۔ اس سے قبل ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عوامی انقلاب مارچ کی قیادت کی۔ مریدکے اور کاموںکی کے باسیوں نے مارچ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ مارچ چن دا قلعہ گوجرانوالہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے جگہ جگہ پھولوں کی پتیوں سے عظیم الشان استقبال کیا۔ جلسہ میں گوجوانوالہ کے گرد ونواح سے خواتین وحضرات کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جلسہ عام کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سرمایہ دار کبھی غریب کی بہتری کے لئے قانون سازی نہیں کریں گے۔ کیا آپ اپنی عزت کرپٹ سیاستدانوں کے ہاتھ بیچ دینا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں قوم کو آئین کی تعلیم دیتا رہوں گا تا آنکہ لوگ امیدواروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آئین کے مطابق ان کی جانچ پرکھ کرسکیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان میں آج تک فوجی وسیاسی آمروں نے حکومت کی۔ پاکستان کے عوام آج تک حقیقی جمہوریت نہیں دیکھ سکے۔

انہوں نے کہا کہ میری یہ بات یاد رکھ لیں کہ انقلاب چار بنیادوں پر آئے گا۔ انقلاب کی پہلی بنیاد: جاگیرداروں سے زمینیں چھین کر غریب بے زمین کاشتکاروں کو دی جائیں۔ دوسری بنیاد: استحصالی سرمایہ داریت کو ختم کرکے مزدور کو فیکٹری منافع میں حصہ دار بنایا جائے۔ تیسری بنیاد: 150 ارب کی ماہانہ کرپشن ختم کرکے وہ پیسہ غربت اور مہنگائی کے خاتمے پر لگایا جائے اور چوتھی بنیاد: ٹیکس ریفارمز کے ذریعے غریبوں کے ٹیکس معاف کرکے امیروں کے ٹیکس میں اضافہ کیا جائے۔

انہوں نے کہا کہ کہا پاکستان کے بدترین سیاسی نظام کا کوئی بڑے سے بڑا ستون یا بڑے سے بڑا لیڈر انقلاب کا راستہ نہیں روک سکتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ آئین پاکستان کے تحت 7 اشیاء روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم، صحت، علاج، روزگار کی آسان فراہمی کو یقینی بنانا ہوگا۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کی عدلیہ کے پاس 16 لاکھ مقدمات التواء میں ہیں جن کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ انہوں نے آخر میں شرکاء کو تلقین کی کہ جس نے ابھی تک

ووٹ رجسٹر نہیں کروایا وہ فوری طور پر اپنا ووٹ رجسٹر کروائے۔

# فیصل آباد

پاکستان عوامی تحریک فیصل آباد کے زیر اہتمام غریب دشمن نظام کے خلاف عوامی انقلاب مارچ و جلسہ عام دھوبی گھاٹ فیصل آباد میں 17 فروری 2013ء کو منعقد ہوا جس سے شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے خصوصی خطاب کیا۔ اس سے قبل ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عوامی انقلاب مارچ کی قیادت کی۔ فیصل آباد کے باسیوں نے مارچ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ جلسہ میں خواتین و حضرات کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عوامی انقلاب مارچ و جلسہ عام فیصل آباد سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انقلاب کا آغاز ہمیشہ غریبوں سے ہوتا ہے اور سرمایہ والے ہمیشہ یکجا ہو کر انقلاب کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ سٹیٹس کو والی جماعتیں کبھی بھی نہیں چاہیں گی کہ ملک میں تبدیلی آئے۔ انہوں نے کہا کہ کمزور کو ظالموں کے نظام نے کبھی حفاظت نہیں دی۔ تاریخ انبیاء سے لے کر انقلاب فرانس، انقلاب روس، انقلاب چین، ہر انقلاب اس کا گواہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان میں میری جدوجہد عوام کے حقوق کے لیے ہے۔ آج دشمن بڑا مضبوط ہے، لیکن میری جدوجہد میں سب طاقتیں پانی کی طرح بہہ جائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انقلاب جب آیا تو دولت، ہوس اور اقتدار میں فرعون، ہامان، قارون آپ کے دشمن ہو گئے۔ ساتھ میں منتر پڑھنے والے جادوگر بھی فرعون کے ساتھ تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ بنی اسرائیل کی مظلوم قوم نے دیا۔ بالآخر موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہو گئے اور فرعون غرق ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ وقت دور نہیں، جب آج کا فرعون بھی غرق ہوگا۔ لوگو تم مایوس نہ ہونا، ان شاء اللہ روشن مستقبل طلوع ہوگا۔ یاد رکھو غریبوں کو مضبوط نظام نے کبھی حفاظت نہیں دی۔ آج میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اکیلا نہیں، پاکستان کے محکوم غریب عوام اور نوجوان میرے ساتھ ہیں۔ ہم ایک ساتھ جنگ لڑیں گے۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ آج اس ملک میں ہر چیز طاقتور طبقہ کے پاس ہے، اشرافیہ کے پاس ہے، جاگیرداروں کے پاس ہے، ڈاکوؤں، چوروں اور لٹیروں کے پاس ہے۔ دوسری جانب غریبوں کو اس نظام نے کیا دیا ہے اس نظام نے غریبوں کو فقر و فاقہ دیا ہے، بھوک دی ہے، خودسوزی دی ہے، بیروزگاری دی ہے، اندھیرے دیئے ہیں۔ بجلی اور گیس چھین لی گئی ہے۔ فیصل آباد صنعت و تجارت کا شہر ہے، جہاں بجلی غائب کر دی گئی ہے۔ لاکھوں لوگ بے روزگار ہو چکے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ غریب عوام کے ساتھ استحصال کا یہ عمل جاری ہے۔ اس نظام کی بوسیدہ دیواروں کو گرانے کے لیے میرے ساتھ عزم کرنا ہوگا۔ ہم ظلم، جبر اور استحصال کے خلاف لڑیں گے۔ ہم پرامن لوگ ہیں، ہمارے پاس امن کی طاقت ہے، لیکن امن جب بپھر جاتا ہے تو پھر ہر طاقت خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتی ہے۔ اس تبدیلی کے لیے اگر نظام انتخاب ہماری راہ بنا تو ہم انتخاب لڑنے کا فیصلہ کریں گے۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا الیکشن کمیشن غیر آئینی ہے، ہم غیر آئینی الیکشن کمیشن کو نہیں مانتے، نہیں مانتے، نہیں مانتے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری جدوجہد کے نتیجے میں آج الیکشن کمیشن جعلی ڈگریوں والوں کو نوٹس بھیج رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے فیصل آباد ڈویژن کے لیے ہائی کورٹ بنچ کے قیام کا مطالبہ بھی کیا۔

# ملتان

پاکستان عوامی تحریک ملتان کے زیراہتمام غریب دشمن نظام کے خلاف 22 فروری 2013 کو عوامی انقلاب مارچ اور جلسہ عام سپورٹس گراونڈ میں منعقد ہوا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے جلسہ عام خصوصی خطاب کیا۔ اس سے پہلے انہوں نے عوامی انقلاب مارچ کی قیادت بھی کی۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ملتان آمد پر عوام نے ان کا عظیم الشان استقبال کیا۔ سپورٹس گراؤنڈ میں منعقد جلسہ میں ہزاروں خواتین وحضرات نے بھرپور شرکت کی۔ جلسہ میں دو گھنٹے تک موسلا دھار بارش کا سلسلہ جاری رہا، لیکن شرکاء بھرپور نظم وضبط کے ساتھ جم کر بیٹھے رہے۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملتان کی سرزمین پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستانی عوام اپنی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کی راہ میں کھڑی نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے کہا پاکستان کی کوئی بڑی سے بڑی جماعت بھی بارش میں جلسہ نہیں کرسکتی۔ یہ جماعت صرف مصطفوی نظام کو رائج کرنے والی جماعت ہے۔ جس جماعت نے اس دھرتی میں ظلم کے نظام کو للکارا ہے۔ عوام نے یہ موسلا دھار بارش اسلام آباد میں بھی دیکھی تھی اور آج بھی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دنیا نے دوبارہ دیکھا ہے۔

انہوں نے کہا کہ محمد علی جناح نے حصول پاکستان کے لیے اپنی جدوجہد شروع کی، جس سے وہ قائد اعظم بنے۔ انہوں نے پاکستان کو ایک ریاست بنایا، لیکن بدقسمتی یہ کہ آج باسٹھ، تریسٹھ سال کے بعد اس ملک میں جاگیرداروں اور وڈیروں نے قبضہ کرلیا ہے۔ جس سے یہ ملک کھوکھلا ہوگیا ہے۔ قائداعظم جب نظریہ پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے تو اس وقت بھی مخالفین انہیں کافر اعظم کہہ رہے تھے۔ قائداعظم کو برطانوی سامراج کا

ایجنٹ قرار دیا گیا تھا۔

عظیم بھائیو اور بہنو، آج اس ملک میں قائداعظم کی جدوجہد جاری ہے، کیونکہ میرا خواب قائداعظم اور علامہ اقبال کے خواب سے مختلف نہیں ہے۔ آج اس ملک کی دولت، سکون، عیش، سارے فائدے صرف طاقتور طبقات کے لیے رہ گئے ہیں، لیکن آج عام شہری، مزدور، کسان کے لیے کوئی ایک سہولت بھی دینے کو تیار نہیں، ان کے لیے صرف محرومی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک ایسا پاکستان دیکھنا چاہتا ہوں، جو دنیا پر ایک ترقی یافتہ ملک بن کر چمکے۔ جس میں لوگوں کو امن ملے، عزت ملے، جان اور مال کا تحفظ ملے، جس کے مرد پرعزم ہوں، جس کی عورت غیرت وحمیت اور عزت والی ہوں، جس کے جوانوں کو اس ملک میں روشن مستقبل نظر آئے۔

انہوں نے کہا کہ اب وہ وقت دور نہیں، جب اس ظالمانہ نظام کی جڑیں کٹ جائیں گی، آپ کو آگے بڑھنا ہے۔ طاقت اور سرمایہ نے سب کچھ خرید لیا ہے، طاقت نے پارلیمنٹ کو بھی خرید لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سرمایہ سب کچھ خریدے گا، لیکن یاد رکھو کہ سرمایہ غریب کا ضمیر نہیں خرید سکتا۔ غریب کا ضمیر بک نہیں سکتا۔ ہم نے 23 دسمبر سے لے کر آج تک ایک ایک چہرے کو ننگا کر دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے آئین اور جمہوریت کی خاطر معاہدے پر اپنا دھرنا ختم کیا، تاکہ جمہوریت کی بساط نہ لپیٹی جائے۔ ہم امن کے ساتھ لانگ مارچ لے گئے، لوگ چار، پانچ دن تک ننگے آسمان تلے رہے، کوئی پتا نہ ٹوٹا، کوئی شیشہ نہ ٹوٹا، دنیا میں اس پرامن مارچ کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا، اس کی مثال آپ ہیں۔ ہم نے آئین اور جمہوریت کی پابندی کرتے ہوئے پرامن اختتام کیا۔

انہوں نے کہا لوگو، آج میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اکیلا نہیں ہوں، پاکستان کے غریب میرے ساتھ ہیں، پاکستان کے جوان میرے ساتھ ہیں، پاکستان کی بیٹیاں میرے ساتھ ہیں، مائیں میرے ساتھ ہیں۔ میں غریبوں کی جنگ لڑ رہا ہوں، جن غریبوں سے سب کچھ چھن گیا، میری جنگ ان کے لیے ہے۔

پاکستان عوامی تحریک کے صدر ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کہا کہ آج ملتان کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع سپورٹس گراونڈ میں ہو رہا ہے۔ جس میں عوام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں جمع ہیں۔ ہمارا راستہ انقلاب ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ انقلاب مارچ کے پہلے مرحلے کا یہ تیسرا جلسہ ہے۔ یہ قافلہ رکنے والا نہیں اور اب ہمارا اگلا پڑاؤ راولپنڈی میں ہوگا۔ جس میں انقلابی اعلان کیا جائے گا۔ لائحہ عمل کا اعلان سترہ مارچ کو لیاقت باغ میں ہونے والے انقلاب مارچ میں کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تمام محبّ وطن لوگ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں جمع ہوں گے۔ جس طرح شیخ الاسلام کی آمد کے ساتھ یہاں بادل چھٹ گئے ہیں اور سورج طلوع ہوا ہے، اس طرح انقلاب کا سویرا بھی طلوع ہوگا۔

☆☆☆☆☆